27

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

8 تا 14 جولائی 2014ء/9 تا 15 رمضان المبارک 1435ھ

روزہ اور تقویٰ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ (البقرہ: 183) ''اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا' تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو جائے''...... گویا روزے کی مصلحت اور مدعا تقویٰ ہے۔ تقویٰ کے معنی اور مفہوم کو جان لینے سے یہ مصلحت اور حکم بڑی آسانی سے سمجھ میں آ جائے گا۔ ''تقویٰ'' کے معنی ہیں ''بچنا''۔ قرآن مجید نے اس میں اصطلاحی مفاہیم پیدا کیے' یعنی اللہ کے احکام کو توڑنے سے بچنا' حرام سے بچنا' معصیت سے بچنا' یہ تقویٰ ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے نفس کے بہت سے تقاضے ہیں مثلاً' پیٹ کھانے کو مانگتا ہے۔ فرض کیجیے کہ کوئی حلال چیز کھانے کو نہیں ہے تو ایسے میں اگر کوئی مسلمان اس بھوک کے ہاتھوں مجبور ہو جائے تو حرام میں منہ مار بیٹھے گا۔ لہٰذا اس میں یہ عادت ڈالی جائے تاکہ آخری حد تک بھوک پر قابو پانے میں کامیاب رہے۔ اسی طرح پیاس کو کنٹرول میں لائے' شہوت کو کنٹرول میں رکھے۔ ساتھ ہی اُسے نفس کی اُن خواہشات پر قابو پانے کی مشق حاصل ہو' جو دین کے منافی ہوں۔ لہٰذا طلوعِ فجر سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور تعلقِ زن وشو سے کنارہ کش ہونے کی جو مشق کرائی جاتی ہے' اس کا مقصد ہے ضبطِ نفس' تاکہ ایک بندۂ مؤمن کو اپنے نفس کے منہ زور گھوڑے کے تقاضوں پر قابو پانے اور کنٹرول میں رکھنے کی مشق ہو جائے اور عادت پیدا ہو جائے...... اب سوچیے کہ اگر آپ پورے تیس دن ایک مقررہ وقت سے لے کر دوسرے مقررہ وقت تک اللہ کی حلال کردہ چیزیں اس لیے استعمال نہیں کر رہے کہ اللہ نے اس کی اجازت نہیں دی' تو اس سے آپ کے اندر ایک مضبوط قوتِ ارادی کے ساتھ یہ استطاعت اور استعداد پیدا ہونی چاہیے کہ بقیہ گیارہ مہینوں میں اللہ کی حرام کردہ چیزوں اور منکرات سے بچ سکیں اور تقویٰ کی روش پر مستقیم رہیں۔ لہٰذا پورے رمضان کے روزے دراصل تقویٰ کی مشق ہے۔ صوم کی فرضیت کے ساتھ ''لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ'' ایک چھوٹا سا فقرہ ہے' لیکن غور و تدبر کیا جائے تو یہ دو لفظی جملہ بڑا ہی پیارا' نہایت عجیب اور بڑی جامعیت کا حامل ہے۔ اس کے اندر روزے کی ساری ظاہری و باطنی اور انفرادی و اجتماعی فضیلتیں آ گئیں۔ اور یہ بات روزِ روشن کی طرح مبرہن ہو گئی کہ روزے کا مقصود حصولِ تقویٰ ہے' بالخصوص نفس کا تقویٰ...... یعنی اللہ کی محبت کے شوق اور اللہ کی نافرمانی کی سزا کے خوف سے اللہ کے اوامر و نواہی پر استقلال کے ساتھ مستقیم رہنے کے لیے اپنے نفسِ امارہ کو قابو میں رکھنے کی تربیت اور ٹریننگ حاصل کرنا۔ اس کے لیے ہمارے دین کی معروف و جامع اصطلاح ہے ''تزکیہ''۔

عظمتِ صیام و قیام رمضان مبارک

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

ماہ صیام، قرآن اور خود احتسابی

رمضان، روزہ اور قرآن

فصل ہلاکت

روزہ اور قرآن

سانحۂ ماڈل ٹاؤن اور نعرۂ انقلاب

معاشی خوشحالی...... مگر کیسے؟

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

یہ لوگ کس شے کے منتظر ہیں؟

سورۃ النحل | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات 33 تا 35

هَلۡ یَنۡظُرُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ تَاۡتِیَهُمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَوۡ یَاۡتِیَ اَمۡرُ رَبِّکَ ؕ کَذٰلِکَ فَعَلَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ؕ وَ مَا ظَلَمَهُمُ
اللّٰهُ وَ لٰکِنۡ کَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ یَظۡلِمُوۡنَ ﴿۳۳﴾ فَاَصَابَهُمۡ سَیِّاٰتُ مَا عَمِلُوۡا وَ حَاقَ بِهِمۡ مَّا کَانُوۡا بِهٖ یَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ﴿۳۴﴾
وَ قَالَ الَّذِیۡنَ اَشۡرَکُوۡا لَوۡ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدۡنَا مِنۡ دُوۡنِهٖ مِنۡ شَیۡءٍ نَّحۡنُ وَ لَاۤ اٰبَآؤُنَا وَ لَا حَرَّمۡنَا مِنۡ
دُوۡنِهٖ مِنۡ شَیۡءٍ ؕ کَذٰلِکَ فَعَلَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ۚ فَهَلۡ عَلَی الرُّسُلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ ﴿۳۵﴾

آیت ۳۳ ﴿هَلۡ یَنۡظُرُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ تَاۡتِیَهُمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَوۡ یَاۡتِیَ اَمۡرُ رَبِّکَ ؕ﴾ ''اب یہ لوگ کس شے کے منتظر ہیں سوائے اس کے کہ آدھمکیں ان پر فرشتے یا آجائے فیصلہ آپؐ کے رب کا!''

گزشتہ بارہ برس سے رسول اللہ ﷺ قریش مکہ کو دعوت دے رہے ہیں' دوتہائی کے قریب قرآن بھی اب تک نازل ہو چکا ہے۔ چنانچہ ان لوگوں کو اب مزید کس چیز کا انتظار ہے؟ اب تو بس یہی مرحلہ باقی رہ گیا ہے کہ فرشتے اللہ کا فیصلہ لے کر پہنچ جائیں اور وہ نقشہ سامنے آجائے جس کی جھلک سورۃ الفجر میں اس طرح دکھائی گئی ہے:

﴿وَّ جَآءَ رَبُّکَ وَ الۡمَلَکُ صَفًّا صَفًّا ﴿۲۲﴾ وَ جِایۡٓءَ یَوۡمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۬ۙ یَوۡمَئِذٍ یَّتَذَکَّرُ الۡاِنۡسَانُ وَ اَنّٰی لَهُ الذِّکۡرٰی ﴿۲۳﴾﴾ ''اور آئے گا آپ کا رب اور فرشتے صف بہ صف۔ اور لائی جائے گی اُس دن جہنم' اُس دن ہوش آئے گا انسان کو' مگر کیا فائدہ ہوگا تب اسے اس ہوش کا!''

﴿کَذٰلِکَ فَعَلَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ؕ وَ مَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَ لٰکِنۡ کَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ یَظۡلِمُوۡنَ ﴿۳۳﴾﴾ ''یہی روش اختیار کی تھی انہوں نے بھی جو ان سے پہلے تھے۔ اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا' بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے۔''

جن گزشتہ اقوام کے عبرت ناک انجام کے بارے میں تفصیلات قرآن میں بتائی جا رہی ہیں انہیں ان کے اپنے کرتوتوں کی سزا ملی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر قطعاً ظلم نہیں ہوا تھا۔

آیت ۳۴ ﴿فَاَصَابَهُمۡ سَیِّاٰتُ مَا عَمِلُوۡا وَ حَاقَ بِهِمۡ مَّا کَانُوۡا بِهٖ یَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ﴿۳۴﴾﴾ ''پھر ان پر واقع ہو کر رہیں وہ برائیاں جو وہ کرتے تھے اور گھیر لیا ان کو اسی نے جس کا وہ استہزا کرتے تھے۔''

آیت ۳۵ ﴿وَ قَالَ الَّذِیۡنَ اَشۡرَکُوۡا لَوۡ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدۡنَا مِنۡ دُوۡنِهٖ مِنۡ شَیۡءٍ نَّحۡنُ وَ لَاۤ اٰبَآؤُنَا﴾ ''اور کہتے ہیں یہ مشرک لوگ کہ اگر اللہ چاہتا تو اللہ کے سوا کسی کی پوجا نہ کرتے' نہ ہم اور نہ ہمارے آباء واجداد''

ان کی دلیل یہ تھی کہ اس دنیا میں تو جو اللہ چاہتا ہے وہی کچھ ہوتا ہے' وہ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ہے۔ اگر وہ چاہتا کہ ہم کوئی دوسرے معبود نہ بنائیں اور ان کی پرستش نہ کریں' تو کیسے ممکن تھا کہ ہم ایسا کر پاتے؟ چنانچہ اگر اللہ نے ہمیں اس سے روکا نہیں ہے تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اس میں اس کی مرضی شامل ہے اور اس کی طرف سے ہمیں ایسا کرنے کی اجازت ہے۔

﴿وَ لَا حَرَّمۡنَا مِنۡ دُوۡنِهٖ مِنۡ شَیۡءٍ ؕ کَذٰلِکَ فَعَلَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ۚ﴾ ''اور نہ حرام قرار دیتے ہم اس کے (حکم کے) بغیر کسی بھی چیز کو۔ اسی طرح کیا تھا اُن لوگوں نے بھی جو ان سے پہلے تھے۔''

﴿فَهَلۡ عَلَی الرُّسُلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ ﴿۳۵﴾﴾ ''پس نہیں ہے رسولوں پر کچھ ذمہ داری سوائے واضح طور پر پہنچا دینے کے۔''

ہمارے رسولؑ اس قسم کی کٹ حجتی اور کج بحثی میں نہیں الجھتے۔ ان کی ذمہ داری ہمارا پیغام واضح طور پر پہنچا دینے کی حد تک ہے اور یہ ذمہ داری ہمارے رسولؑ ہمیشہ سے پوری کرتے آئے ہیں۔ پیغام پہنچ جانے کے بعد اسے تسلیم کرنا یا نہ کرنا متعلقہ قوم کا کام ہے' جس کے لیے ان کا ایک ایک فرد ہمارے سامنے جوابدہ ہے۔

فرمان نبویؐ

ذکر کی اہمیت اور فضیلت

عَنۡ مُعَاذٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ ﷺ اَخَذَ بِیَدِهٖ، وَقَالَ: ((یَا مُعَاذُ، وَاللّٰهِ اِنِّیۡ لَاُحِبُّکَ فَقَالَ: اُوۡصِیۡکَ یَا مُعَاذُ لَا تَدَعَنَّ فِیۡ دُبُرِ کُلِّ صَلٰوۃٍ تَقُوۡلُ: اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیۡ عَلٰی ذِکۡرِکَ، وَشُکۡرِکَ، وَحُسۡنِ عِبَادَتِکَ)) (رواہ ابوداؤد)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن میرا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے کر فرمایا: ''اللہ کی قسم! اے معاذ مجھے تجھ سے محبت ہے! اور تم کو اسی جذبہ کے ساتھ ہدایت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھنی ترک نہ کرنا۔ اللھم اعنی علی ذکرك و شکرك و حسن عبادتك، (اے اللہ تو اپنے ذکر، اپنے شکر، اور حسن وخوبی کے ساتھ اپنی عبادت ادا کرنے میں میری مدد فرما)''۔

تشریح: اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔ قرآن مجید میں ہے، اللہ کا بہت ذکر کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ ذکر کی ایک صورت دعا ہے، جو عبادت کا مغز بلکہ سراسر عبادت ہے۔ فرض نماز کے بعد دعا کو شرف قبولیت حاصل ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ کو دعا کے یہ الفاظ سکھائے جن میں اللہ تعالیٰ سے ذکر شکر اور حسن عبادت کی توفیق مانگی گئی ہے۔ اللہ کی توفیق کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
8 تا 14 جولائی 2014ء — جلد 23
9 تا 15 رمضان المبارک 1435ھ — شمارہ 27
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36366638-36316638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
محبوب الحق عاجز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہ صیام، قرآن اور خود احتسابی

نیکیوں کی فصل بہار، ماہ رمضان المبارک ہم پر سایہ فگن ہو چکا ہے۔ یہ روزے کی عبادت کا مہینہ ہے۔ یہ ہمدردی و غمگساری اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں کمانے کا مہینہ ہے کہ اس میں نیکیوں کا ثواب بڑھا دیا جاتا ہے۔ نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ستر فرضوں کے برابر کر دیا جاتا ہے۔ رمضان المبارک کے تعلق سے دو باتیں ایسی ہیں جن پر ہر مسلمان کو خاص طور پر غور کرنا چاہیے۔ یعنی قرآن حکیم سے اپنے تعلق کی تجدید اور خود احتسابی۔

ماہ رمضان نزول قرآن کا مہینہ ہے: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ (البقرۃ:185) ''رمضان کا مہینہ وہ ہے، جس میں قرآن اتارا گیا۔'' قرآن حکیم یوں تو پوری انسانیت کے لیے ہدایت ہے، مگر اِس ہدایت سے استفادہ وہی لوگ کر سکتے ہیں، جن کے اندر تقویٰ کی صفت موجود ہو۔ روزہ کا مقصد یہی تقویٰ پیدا کرنا ہے، تا کہ اللہ کے بندے اللہ کی نازل کردہ ہدایت سے مستفید ہو سکیں۔ ہم مسلمانانِ پاکستان کا رمضان اور قرآن سے اضافی تعلق بھی ہے۔ وہ اس لیے کہ پاکستان رمضان المبارک میں وجود میں آیا اور رمضان کی بھی 27 ویں شب میں، جس کے بارے میں گمان غالب ہے کہ وہ لیلۃ القدر ہی ہے جس میں قرآن کا نزول ہوا اور جسے نزول قرآن کی بنا پر ہزار مہینوں سے افضل قرار دیا گیا ہے۔ نزول قرآن کی شب مملکت خداداد پاکستان کا قیام اس بات کی طرف خدائی اشارہ تھا کہ مسلمانو، تمہیں یہ ملک قرآن حکیم کے نظام کے نفاذ کے لیے عطا کیا جا رہا ہے۔ تمہیں اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں میں قرآن کے ساتھ تعلق کو مضبوط سے مضبوط تر کرنا ہے کہ اِسی میں تمہاری بقا و سلامتی، قومی یکجہتی اور وحدت پوشیدہ ہے۔

نظریۂ پاکستان کی آبیاری اور قرآنی ہدایت سے استفادہ کے لیے پہلا کام یہ ہونا چاہیے تھا کہ ملک میں قرآنی تعلیمات کو عام کیا جاتا۔ نصاب تعلیم کو قرآن وسنت کے احکام سے ہم آہنگ کیا جاتا۔ قرآن کی زبان عربی کو ہر سطح پر فروغ دیا جاتا، تا کہ قرآن سمجھنے سمجھانے اور سیکھنے سکھانے کا راستہ کھلتا اور قرآن پر عمل کے لیے تحریک ملتی۔ اگر انگریزی زبان سکھانے پر وسائل جھونکے جا سکتے ہیں، تو قرآنی زبان کے فروغ کے لیے اقدامات کیوں نہ کیے جا سکتے تھے؟ اس میں شک نہیں کہ قرآن حکیم کی تلاوت بے سمجھے کرنا بھی باعث ثواب ہے۔ اس کے ایک ایک حرف کے بدلے دس دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اس سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ لیکن قرآنی ہدایت اور احکام سے راہنمائی اور قرآن کو اپنا امام بنانے کی ضرورت تھی۔ اس کے احکامات پر عمل کیا جاتا۔ اُس کی منہیات سے رُکا جاتا۔ اُسے انفرادی اور اجتماعی زندگی کا لائحہ عمل بنایا جاتا۔ مگر افسوس کہ اعتصام بالقرآن کو ہم نے کوئی اہمیت نہ دی۔ ہم ابتدا ہی سے اللہ کی نازل کردہ کامل ہدایت اور روشنی سے منہ موڑ کر مصنوعی روشنی کے ذریعے عزت و وقار کا راستہ ڈھونڈ رہے ہیں اور مینارۂ نور قرآن حکیم پر ریشمی جزدانوں کے بے شمار غلاف ڈال دیے ہیں۔ اس کی تعلیمات کے نور سے نسل نو کو منور کرنے کی طرف نہ سوسائٹی متوجہ ہے نہ ریاست۔ اس مجرمانہ غفلت کا نتیجہ ہے کہ قرآن جس سیدھے راستے کی راہنمائی کرتا ہے، ہم اُس سے ہٹ چکے ہیں۔ قرآن حکیم کے نظام عدل اجتماعی کو اپنانا تو درکنار ہم عام انسانی اخلاقیات سے بھی عاری ہو چکے ہیں۔ قرآن جو ہمیں جوڑنے والی کتاب ہے، ہم نے اُس سے منہ موڑا تو ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گئے۔ اُس کے نظام کو چھوڑا تو ملک نسلی، لسانی اور علاقائی عصبیتوں کے نرغے میں چلا گیا۔ ماہ رمضان ہمیں یاد دلاتا ہے کہ اگر کامیابی چاہتے ہو، اگر

ترقی واستحکام عزیز ہے، اگر عدل و مساوات کے متمنی ہو، اگر غلبہ و کامرانی کا حصول مقصود ہے، تو اُسی قرآن سے لولگاؤ، اُسی کتاب زندہ سے جڑ جاؤ، جس سے چمٹنے اور جسے اختیار کرنے کا تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ اور اسی کا تم نے تحریک پاکستان کے دوران پختہ وعدہ کیا تھا، اور اگر قرآن سے بے رخی اور بے وفائی کی روش جاری رہی، تو پھر ذلت ورسوائی، شکست وریخت اور ناکامی ونامرادی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

رمضان کا مہینہ احتساب کا مہینہ بھی ہے۔ یہ دوسروں پر نہیں اپنی زندگی کے نقشے پر تنقیدی نگاہ ڈالنے اور اپنا محاسبہ کرنے کا مہینہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایمان اور احتساب کی کیفیت کے ساتھ روزہ رکھنے والوں کو مغفرت اور بخشش کی بشارت دی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایمان اور احتساب کی کیفیت کے ساتھ روزہ رکھا، اُس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے گئے''۔ قابل غور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ ملک معجزانہ طور پر عطا کیا۔ انگریز اور ہندو دونوں قیام پاکستان کے شدید مخالف تھے۔ انگریز جس نے مسلمانوں سے یہ ملک اور یہاں کا اقتدار چھینا تھا، ہرگز یہ نہیں چاہتا تھا کہ مسلمانوں کے لیے آزاد اور خود مختار ریاست قائم ہو۔ ہندوؤں کا لیڈر گاندھی تو یہاں تک کہہ رہا تھا کہ پاکستان میری لاش پر بنے گا۔ مسلمان ہندو اکثریت کے رحم وکرم پر تھے۔ اور ہر میدان میں ہندوؤں سے پیچھے تھے۔ بنابریں 1946ء کے الیکشن میں مسلم لیگ کی کامیابی کے باوجود پاکستان کا قیام بظاہر ناممکن دکھائی دیتا تھا۔ لیکن اِس تمام تر صورتحال کے باوجود اللہ نے ہمیں ایک آزاد اور خود مختار خطۂ زمین سے نوازا، تاکہ دیکھے کہ ہم اپنی ذات اور ملک پر نفاذ اسلام کے وعدوں پر پورا اُترتے ہیں یا نہیں! سورۃ یونس میں فرمایا گیا: ''پھر ہم نے اُن کے بعد تم لوگوں کو زمین میں خلیفہ بنایا، تاکہ دیکھیں کہ تم کیسے کام کرتے ہو۔'' (آیت: 14)

مسلمانانِ ہند نے قیام پاکستان کے لیے جو تحریک چلائی اُس سے مقصود محض خطۂ زمین کا حصول نہ تھا بلکہ عصر حاضر کی عظیم الشان اسلامی ریاست کا قیام تھا، جس میں خلافت راشدہ کی طرز پر نظام خلافت کا نفاذ ہوتا، اور لوگ انفرادی سطح پر اسلام کی صحیح معنوں میں پیروی کے ساتھ ساتھ اجتماعی زندگی میں اسلام کے اصول عدل و مساوات سے بھی مستفید ہوتے۔ انہیں معاشی، معاشرتی، سیاسی اور عدالتی ہر سطح پر انصاف میسر آتا۔ بانی پاکستان نے اسلامیہ کالج میں پشاور میں خطاب کرتے ہوئے کہا تھا ''ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔'' روزہ جس خود احتسابی کا متقاضی ہے کیا ہم چند لمحوں کے لیے دنیا پرستی اور مادیت کے چنگل سے نکل کر اُس خود احتسابی کے لیے تیار ہیں؟ کیا دنیاوی عہدوں اور مناصب کے اعتبار سے ہمارے چھوٹے بڑے، کسان، مزدور، علماء، سیاستدان اور جرنیل خود کو اپنے ضمیر کی عدالت کے سامنے پیش کرنے اور ضمیر کا فیصلہ ماننے پر آمادہ ہیں؟ رمضان کے مبارک مہینے کی یہ بابرکت گھڑیاں ہم سے یہ تقاضا کرتی ہیں کہ ہم میں سے ہر شخص محاسبہ اُخروی سے پہلے اپنا خود محاسبہ کرے، اپنے روز وشب کا جائزہ لے اور یہ دیکھے کہ اُس کی زندگی میں کہاں کہاں اسلامی شریعت کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ اُس کی معیشت یعنی لین دین، کمائی اور معاشرت یعنی شادی بیاہ کے طور طریقوں، رویوں، طرز زندگی اور ترجیحات میں اسلام کو غلبہ حاصل ہے یا پھر غیرِ اسلام کی حکمرانی ہے؟ پھر یہ کہ یہ ملک جس مقصد کے لیے حاصل کیا گیا تھا، کیا اُس کو پورا کرنے کے لیے ہم نے اپنا کردار ادا کیا یا غفلت کے مرتکب ہوئے ہیں؟ علماء کرام بھی اپنا محاسبہ کریں کہ انہوں نے اسلامی نظریے کے فروغ اور اسلام کے قیام کے لیے کماحقہ اپنی صلاحیتیں وقف کیں یا اُن سے کوتاہی ہوئی ہے؟ انہوں نے برائیوں کے سیلاب کے آگے بند باندھنے کی کوشش کی ہے یا نہیں؟ ملک کے سیاستدان اور ارباب اختیار بھی اپنا جائزہ لیں کہ انہوں نے اسلامی شریعت کی بالادستی کے لیے کام کیا ہے؟ یا پھر محض علامتی طور پر ملک کا نام اسلامی جمہوریہ رکھ دینے کے بعد اپنی تمام تر صلاحیتیں، توانائیاں قانون شریعت کا راستہ روکنے کے لیے وقف کر دیں اور سیاست، معیشت، عدالت، نظام تعلیم اور میڈیا ہر سطح پر اسلام سے متصادم سیکولرازم اور دجالیت کو فروغ دیتے رہے؟

اس وقت ہم اسلامی نظریے سے انحراف، غیر شرعی افغان پالیسی اور اپنے کرتوتوں کے سبب بندگلی میں داخل ہو چکے ہیں۔ مشرقی سرحد پر ہمیں ہندو انتہا پسندی کا سامنا ہے۔ ہندوتوا کی علمبردار مودی سرکار کے جارحانہ عزائم ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اندرونی سطح پر ہمیں بھوک، خوف، لاقانونیت، انتشار، قتل و غارت، لسانی و علاقائی عصبیتوں، علیحدگی کی تحریکوں کا سامنا ہے۔ پھر ہم جس امریکہ کے اتحادی ہیں، آج اُسی کے دباؤ پر اور ڈالروں کے لالچ میں ہم قبائلی علاقوں میں طاقت کے استعمال پر عمل پیرا ہیں۔ جس کے نتیجے میں ہماری افواج اور قبائل کے جوانوں کا خون بہہ رہا ہے اور پانچ لاکھ قبائلی اپنے ہی ملک میں بے گھری کی اذیت جھیلنے پر مجبور ہیں۔ سندھ اور بلوچستان کے حالات بھی بھیانک منظر پیش کر رہے ہیں۔ یہ سب کتاب اللہ سے انحراف کی سزا ہے جو ہمیں مل رہی ہے۔ ایک مرد دانا نے کہا تھا کہ جب اپنا گھر جائے سکون نہ رہے تو وہ توبہ کا وقت ہوتا ہے۔ مسائل کا حل آپریشن ضرب عضب یا تحفظ پاکستان بل جیسے نامنصفانہ قوانین نہیں، انفرادی اور اجتماعی توبہ ہے۔ سیکولر استحصالی نظام کی بجائے عادلانہ اسلامی نظام ہے۔ آیئے اپنے روٹھے رب کو منائیں، سچے دل سے توبہ کریں، مالک حقیقی سے بغاوت کا راستہ ترک کر کے وفاداری کے راستے پر چل پڑیں، جو ہماری اُخروی نجات کا ہی نہیں دنیا میں کامیابی اور خوف وخطر سے آزادی کا راستہ بھی ہے۔ قرآن عزیز کہتا ہے: ''اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو اُسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح اُن سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے، اُن کے لیے اُن کے اُس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا، جسے اللہ تعالیٰ نے اُن کے حق میں پسند کیا ہے، اور اُن کی (موجودہ) حالت خوف کو امن سے بدل دے گا۔ بس وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔ نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، اور رسولؐ کی اطاعت کرو، اُمید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔'' (النور: 55،56)

رمضان، روزہ اور قرآن

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی کے مشیر تربیتی امور محترم رحمت اللہ بٹر صاحب کا 27 جون 2014ء کا خطاب جمعہ

(خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد)

حضرات! نبی اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ رجب کا مہینہ شروع ہوتے ہی یہ دعا کرنی شروع کر دیتے تھے کہ اے اللہ ہمارے لئے رجب اور شعبان کو بابرکت بنا دے اور ہمیں رمضان تک پہنچا دے۔ رمضان کا بابرکت مہینہ ہم پر سایہ فگن ہوا چاہتا ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روزے رمضان ہی میں کیوں فرض کیے؟ تو جان لیجئے کہ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ساری کتابیں نازل فرمائیں۔ اسی مہینہ ہمیں قرآن مجید بھی عطا کیا۔ اسی لئے روزے اس مہینے میں فرض کیے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو چیزوں سے مرکب وجود دیا ہے۔ یہ چیزیں روح اور جسم ہیں۔ انسان کو اپنی ساری مخلوق پر جو شرف بخشا گیا ہے اس کی اصل وجہ وہ روح ربانی ہے جو انسان میں پھونکی گئی ہے۔ جس طرح ہمارا جسم غذا کا محتاج ہے، اسی طرح ہماری روح کو بھی غذا کی ضرورت ہے۔ روح کی غذا کلام الٰہی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ہر دور میں انسان کے لئے اپنا کلام نازل کرتا رہا۔ اللہ نے نزول کلام کے لئے ماہ رمضان کو پسند کیا۔ پھر اسی ماہ مقدس میں روزے کی عبادت کو بھی جمع کر دیا ہے۔ کیوں؟ اِس لئے کہ جس طرح قرآن روح کی غذا ہے، اسی طرح روزے کے ذریعے بھی ہماری روح کو طاقتور اور نفس کے منہ زور گھوڑے کو کمزور کرنا مطلوب ہے۔ اللہ چاہتا ہے کہ ہم روزے کے ذریعے اپنے خاکی وجود کی خواہشات پر قابو پائیں، اسے اللہ کے احکام کا پابند بنائیں، اُسے ہر قسم کی شہوات سے اور کھانے پینے سے روک لیں۔ نفس کو اللہ کی اطاعت کا خوگر بنائیں۔ روزے کے ذریعے ہمارے اندر تقویٰ پیدا کیا جاتا ہے۔ یہی روزے کا اصل مقصد ہے۔ فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝﴾ (البقرۃ:183)

''مومنو! تم پر روزے فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بنو۔''

تقویٰ کیا ہے؟ یہ کہ آدمی کے اندر اللہ کی اطاعت کا احساس اجاگر ہو جائے۔ یہ داعیہ پیدا ہو جائے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اختیار کرنی ہے۔ اس کے احکام کا پابند بننا ہے۔ روزے کی عبادت پہلی اُمتوں پر بھی فرض رہی ہے۔ اسی طرح اللہ نے ہر اُمت کو اپنا کلام دیا ہے۔

مرتب: ابو اکرام

تاکہ لوگوں کی روح کی تغذیہ اور تقویت کا سامان ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ انسان اپنے روحانی وجود کو کلام الٰہی سے غذا دے، اسے قوی کرے، تاکہ وہ اس جسد حیوانی سے رب کی مرضی کا کام لے سکے، اسے احکام شریعت کا پابند بنا سکے، اس کو اللہ کے آگے بچھا دے۔ یہ ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے رمضان میں روزوں کو فرض کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اُس کا بندہ رمضان میں دن میں روزہ رکھے اور رات کو اُس کے سامنے کھڑے ہو کر اُس کے کلام سے اپنی روح کو غذا فراہم کرے۔ قیام اللیل کی کس قدر اہمیت ہے کہ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو ابتدائی حکم ہی قیام اللیل کا دیا گیا۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝﴾ (المزمل: 1 تا 4)

''اے (محمدؐ) جو کپڑے میں لپٹ رہے ہو۔ رات کو قیام کیا کرو مگر تھوڑی سی رات۔ یعنی نصف رات یا اس سے کچھ کم۔ یا کچھ زیادہ اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔''

قرآن حکیم روح کی غذا ہے۔ تاہم اِس کا اُن لوگوں کی روح کی غذا بننا جن کی زبان میں یہ نازل ہوا مشکل نہیں، لیکن جو غیر عرب ہیں، اُن کو یہ غذا تب ملے گی جب وہ قرآن سمجھ کر پڑھیں گے۔ بغیر سوچے سمجھے تلاوت کرنے سے ثواب تو ملے گا مگر قرآنی ہدایت سے استفادہ اِس کے فہم کے بغیر نہ ہو سکے گا۔ اِس کے لئے قرآن کو سمجھ کر پڑھنا ہوگا۔ تب ہی اس سے روح کو غذا ملے گی اور دل میں فرمانبرداری کا داعیہ پیدا ہوگا۔ ہر شے اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے۔ ہمارا جسم مٹی سے بنا ہے۔ اس لئے اس کی غذا بھی مٹی (زمین) سے پیدا ہوتی ہے۔ اسی کی ساری ضروریات اسی زمین سے پوری ہوتی ہیں۔ چنانچہ جسم انہی چیزوں کا دلدادہ ہو جاتا ہے جو زمین سے پیدا ہوتی ہیں۔ ہماری روح ربانی اور ملکوتی ہے۔ یہ اس عالم خاکی کی شے نہیں ہے۔ اس کا تعلق عالم بالا سے ہے۔ اس کی غذا اور تقویت کا سامان کلام الٰہی بھی عالم علوی سے آیا ہے۔ انسان کا المیہ یہ ہے کہ وہ عام طور پر اپنی روح کا خیال نہیں رکھتا اور اپنے مالک حقیقی کو بھلا دیتا ہے۔ پوری زندگی اسی جسم کے تقاضے پورے کرتے ہوئے گزار دیتا ہے۔ اور

جب انسان اللہ کو بھول جائے تو پھر شرف انسانی اور اپنے مقام بلند کو بھی بھول جاتا ہے، اور چوپایوں والی زندگی گزارنے لگتا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں تنبیہ کی گئی ہے کہ ﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَأَنْسٰهُمْ أَنْفُسَهُمْ ط﴾ (الحشر:19) ''اور ان لوگوں جیسے نہ ہونا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے انہیں ایسا کر دیا کہ خود اپنے تیئں بھول گئے۔'' اللہ نے قرآن مجید نازل فرما کر رہتی دنیا تک انسان کی ہدایت کا بندوبست کر دیا ہے۔ اب قیامت کے دن کسی کے پاس یہ عذر نہیں ہوگا کہ خدایا مجھے معلوم نہ تھا کہ سیدھا راستہ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ کلام آج بھی اسی طرح محفوظ ہے جس طرح نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوا تھا، اور یہ قیامت تک محفوظ رہے گا، کیونکہ یہ ہر دور کے لئے ہدایت بنا کر نازل کیا گیا ہے۔

قرآن نے ہدایت کو پوری طرح واضح کر دیا ہے۔ اگر کوئی اس سے ہدایت نہ لے تو پھر اس کا اپنا ہی قصور ہے۔ آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوگا ہے کہ قرآن عربی زبان میں ہے، جبکہ ہماری زبان عربی نہیں ہے، پھر ہم اس سے کیسے ہدایت حاصل کریں۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ انگریزی کس کی زبان ہے۔ کیا وہ ہماری زبان ہے؟ کیا ہم انگریزی نہیں پڑھتے ؟ کیا ہم اپنے بچوں کو انگریزی اِسی طرح پڑھاتے ہیں جیسے قرآن پڑھاتے ہیں کہ ایک لفظ کا معنی بھی سمجھ نہ آسکے۔ ظاہر ہے، ایسا نہیں ہے۔ ہم انگریزی اِس طرح پڑھاتے ہیں کہ اُس کا ہر ہر لفظ سمجھ آ جائے۔ اِس کے برعکس ہم اپنے بچوں کو قرآن صرف ناظرہ پڑھانے پر اکتفا کرتے ہیں۔ اس طرف چنداں دھیان نہیں دیتے کہ وہ قرآن کو سمجھ کر پڑھیں۔ قرآن تو کتاب ہدایت ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ ہدایت بغیر سمجھے کیسے حاصل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم سے پوچھے گا کہ میری کتاب کے ساتھ تم نے یہ سلوک کیوں کیا۔ روزی روٹی کی خاطر، دنیاوی تعلیم کے لئے تم نے خود بھی چودہ چودہ سال لگا دیئے، اور اپنے بچوں کو بھی لگوا دیئے، مگر میرا کلام سیکھنے پر تم نے ذرا بھی توجہ نہ دی۔ اس کے لئے کچھ بھی وقت نہ نکالا۔ تو ہمارے پاس اس کا کیا جواب ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم روزانہ 15 منٹ بھی اللہ کی کتاب کے لئے نکال دیں اور اپنی مسجد کے امام صاحب سے روزانہ قرآن کے ایک لفظ کا ترجمہ بھی سیکھیں تو اس ترتیب سے ہم ہفتے کے بعد دو آیتوں پر اور مہینے کے بعد تین چار آیتوں پر چلے جائیں گے۔ کیونکہ وہی الفاظ بار بار آتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک سال میں ہم آٹھ دس پارے پڑھ لیں گے۔ اور ہمیں اتنی عربی آ جائے گی کہ پورا قرآن پڑھتے ہوئے سمجھ آ جائے گا اور یہ ہماری تذکیر اور ہدایت کا ذریعہ بن جائے گا۔ خدارا! کم از کم رمضان میں تو اس طرف توجہ دیجئے۔ رمضان نزول قرآن کا مہینہ ہے۔ اس کی وجہ سے اللہ نے رمضان میں برکت دی ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ رمضان میں نیکیوں کا اجر ستر گنا بڑھ جاتا ہے۔ رمضان ہی میں لیلۃ القدر بھی آتی ہے جس میں قرآن مجید آسمان دنیا پر نازل ہوا ہے۔ اللہ نے اس رات کو اتنی برکت دے دی ہے کہ اِسے ہزار مہینوں سے افضل قرار دیا ہے۔ یہ فضیلت بھی نزول قرآن کی وجہ سے ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ جب قرآن کی وجہ سے رمضان اتنا بابرکت ہے تو خود قرآن کی عظمت وفضیلت کا کیا عالم ہوگا۔ قرآن کی عظمت کا احساس کیجئے۔ اور یہی چیز قرآن مجید ہمیں باور کرانا چاہتا ہے۔ سورۂ یونس میں فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ ۙ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝﴾ (آیت:57) ''لوگو، تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نصیحت اور دلوں کی بیماریوں کی شفا اور

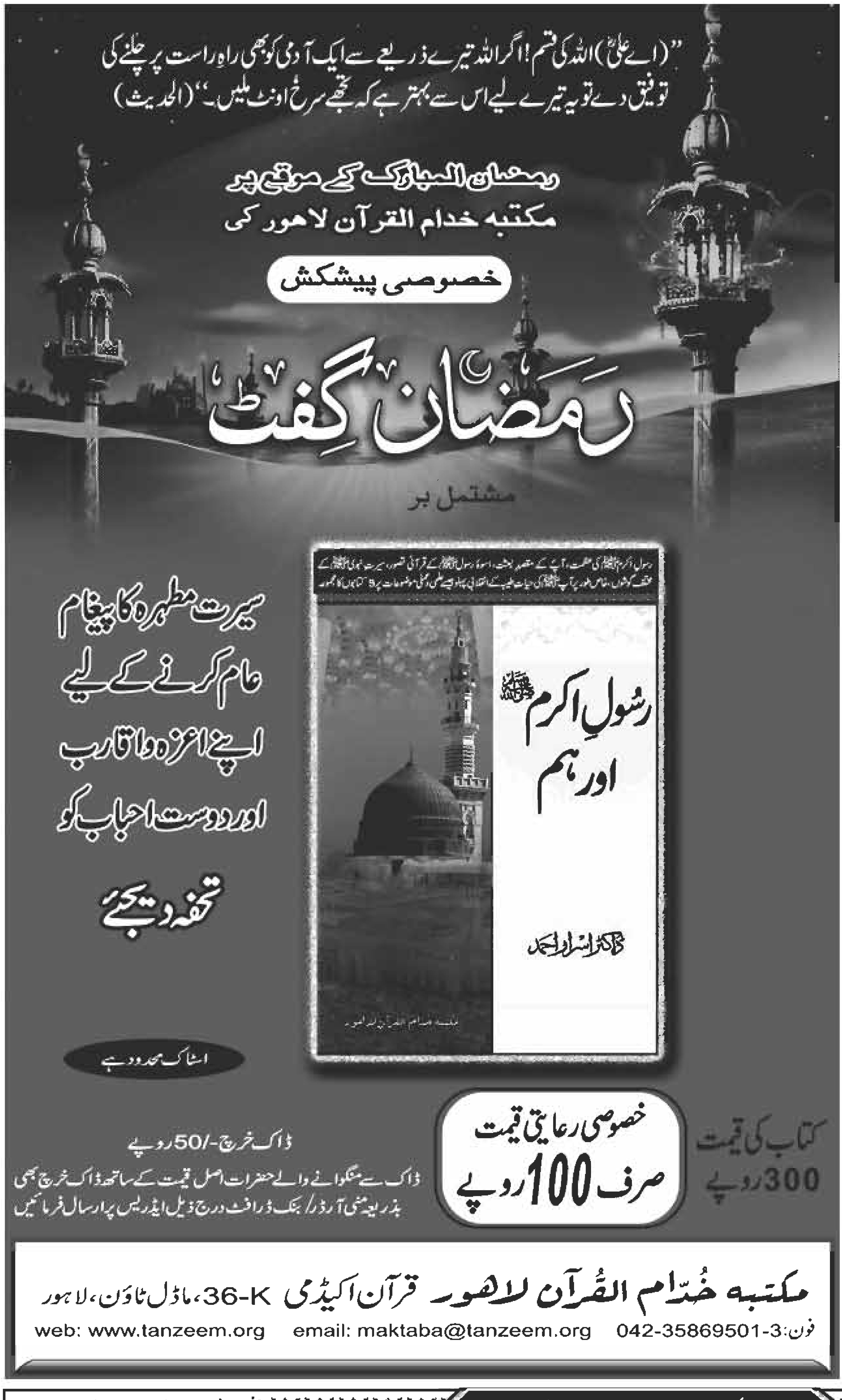

مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت آ پہنچی ہے۔'' یعنی قرآن یاددہانی، سینوں کی بیماریوں کی شفا اور ہدایت اور رحمت ہے۔ انسان کا اصل شرف عبدیت ہے۔ یعنی وہ اپنے مقام کو پہچانے، ہر لحہ یہ خیال رکھے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اُس کی سینے کی بیماریاں حسد، بغض اور تکبر وغیرہ اُسے انسان نہیں رہنے دیتیں، اسے مقام عبدیت سے گرا دیتی ہیں۔ چنانچہ وہ خود بڑا بن بیٹھتا ہے اور اس حقیقت کو بھول جاتا ہے کہ اسے اللہ نے پیدا کیا، اور بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ قرآن ان بیماریوں کا علاج ہے۔ پھر یہ کہ یہ مومنوں کے لیے رحمت ہے جو ہر چیز پر حاوی ہے۔ لیکن اس رحمت کو حاصل کرنے کے لیے اللہ پر ایمان لانا ہوگا، اللہ کے رسولوں اور اُس کے کلام پر ایمان لانا ہوگا۔ یہ رحمت اُن لوگوں کے لیے ہے جو کتاب الٰہی پر ایمان لائیں، اُسے اللہ کی کتاب مان کر اس کے ساتھ تعلق پیدا کریں، اُس کے حقوق ادا کریں۔ اگلی آیت میں فرمایا: ﴿ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْاؕ ھُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ○﴾ (یونس:58) ''کہہ دو کہ (یہ کتاب) اللہ کے فضل اور اس کی مہربانی سے (نازل ہوئی ہے) تو چاہیے کہ لوگ اس سے خوش ہوں یہ اس سے کہیں بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔''

رمضان نزول قرآن کا مہینہ ہے۔ لہٰذا ہم کم از کم اس مہینے میں تو پوری کوشش کریں کہ قرآن کے ساتھ ہمارا مضبوط تعلق استوار ہو جائے۔ ہم اسے سمجھ کر پڑھنے والے بن جائیں۔ ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ○﴾ (النساء:174) ''لوگو! تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس دلیل (روشن) آ چکی ہے اور ہم نے (کفر اور ضلالت کا اندھیرا دور کرنے کو) تمہاری طرف چمکتا ہوا نور بھیج دیا ہے۔'' دیکھو اپنی زندگی کا مقصد معین کرو اور یہ مقصد رب کی رضا اور آخرت کی فلاح کے سوا اور کچھ نہیں۔ تمہیں اللہ کی رضا اور آخرت میں کامیابی کیسے حاصل ہو گی، اس کے لئے روشنی تمہیں کلام الٰہی سے ملے گی، اس کے لئے تمہیں قرآن سے جڑنا ہوگا۔ ﴿ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَاعْتَصَمُوْا بِہٖ فَسَیُدْخِلُھُمْ فِیْ رَحْمَةٍ مِّنْہُ وَفَضْلٍ وَّیَھْدِیْھِمْ اِلَیْہِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ○﴾ (النساء:175) ''پس جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اس (کے دین کی رسی) کو مضبوط پکڑے رہے ان کو وہ اپنی رحمت اور فضل (کی بہشتوں) میں داخل کرے گا اور اپنی طرف (پہنچنے کا) سیدھا رستہ دکھائے گا۔'' گویا قرآن سے روشنی اُسی کو ملے گی جو اس پر ایمان لائے گا، پھر اسے مضبوطی سے تھام لے گا، اسے پڑھے گا، اسے سمجھے گا، اس پر عمل کرے گا، اس کے احکام کی پیروی کرے گا۔ قرآن پر ایمان حقیقت میں اُس شخص کا ہے جو اس کی پیروی کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کا قرآن پر کوئی ایمان نہیں ہے جو اس کی حرام کی ہوئی چیز کو حلال کیے بیٹھا ہے۔ تو قرآن کی پیروی کرنے والے لوگوں ہی کے لیے اللہ کی رحمت ہوگی اور انہی پر اللہ کا فضل ہوگا۔ اس کی رحمت حاصل کرنے کا ذریعہ قرآن حکیم ہے۔ ہمیں بہرصورت قرآن سے جڑنا ہوگا۔ اس کے راستے پر چلنا پڑے گا۔ پھر ہی وہ رحمت اور فضل ملے گا، اور صراط مستقیم پر چلنا نصیب ہوگا جو قرآن معین کرتا ہے۔

رمضان اور قرآن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کی دو بہت پیاری احادیث ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو لوگ رمضان کے روزے ایمان واحتساب کے ساتھ رکھیں گے ان کے سب گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے اور اسی طرح جو لوگ ایمان واحتساب کے ساتھ رمضان (کی راتوں) میں قیام کریں گے (اور اس میں قرآن پڑھیں گے اور سنیں گے) تو ان کے بھی سب گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔'' (رواہ البخاری ومسلم) آپ نے دیکھا کہ صحیحین کی اس حدیث کی رو سے صیام اور قیام بالکل ہم وزن اور متوازی ومساوی ہو گئے! اس حدیث میں ''قَامَ'' کا جو لفظ آیا ہے اس کا ترجمہ میں نے ''راتوں کو قیام'' کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ملاحظہ فرمائیں! اس حدیث کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شعب الایمان'' میں روایت کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''روزہ اور قرآن دونوں قیامت کے دن بندے کی سفارش کریں گے۔ روزہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! میں نے اس بندے کو دن کے اوقات میں کھانے پینے اور نفس کی خواہش کو پورا کرنے سے روکے رکھا تھا' آج میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما۔ اور قرآن کہے گا: میں نے اس کو رات کے سونے اور آرام کرنے سے روکے رکھا تھا' آج میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما۔ چنانچہ (روزہ اور قرآن) دونوں کی سفارش اس بندہ کے حق میں قبول فرمائی جائے گی۔'' (رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

اس حدیث شریفہ سے بات بالکل مبرہن ہو گئی کہ حضرت سلمان فارسی ؓ کی حدیث میں جس قیام کا ذکر ہے، اس سے اصل مراد اور اس کا اصل مدعا و منشاء یہ ہے کہ رمضان کی راتیں یا ان کا زیادہ حصہ قرآن مجید کے ساتھ بسر کیا جائے۔

تنظیم اسلامی نے حسب سابق امسال بھی مختلف مقامات پر دورۂ ترجمہ قرآن کا بندوبست کیا ہے، تاکہ قرآن مجید کا عظیم الشان پیغام اور ہدایت لوگوں تک پہنچ جائے۔ اِسی ہدایت کی دُعا نماز کی ہر رکعت میں ہم اللہ سے کرتے ہیں۔ اللہ نے ہم پر روزہ فرض کیا ہے، تاکہ ہم میں تقویٰ پیدا ہو۔ تقویٰ قرآن سے استفادہ کے لیے شرط لازم ہے۔ قرآن حکیم کل نوع انسانی کے لیے ہدایت ہے، لیکن اِس ہدایت سے فائدہ وہی اٹھائیں گے جن کے اندر تقویٰ ہوگا۔ ہمارا حال بڑا عجیب ہے۔ ہم نماز کی ہر رکعت میں طلب ہدایت کی دعا کرتے ہیں مگر عملاً قرآنی ہدایت سے مستفید نہیں ہوتے۔ قرآن سے ہدایت اُسے سمجھ کر پڑھنے سے ملے گی۔ قرآن سے حصول ہدایت کے دو ہی طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ آپ خود قرآن کی زبان عربی کا فہم حاصل کریں۔ دوسرے یہ کہ قرآن کو خلوص اور توجہ کے ساتھ دوسروں سے سنیں۔ دروس قرآن کی محافل میں شرکت کریں، اور جو کچھ سنیں اُسے حرز جان بنائیں۔ قرآن سے تعلق پیدا کریں گے تو پھر قرآن آپ کے لیے سفارشی بنے گا۔ بہر کیف قرآن ہی انسان کے اندر انقلاب برپا کرتا ہے۔ اِسی سے انسان کی روح جاگتی ہے، اور پھر اس کا جسم پر کنٹرول ہو جاتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔ بندۂ مومن کو قیدیوں والی زندگی گزارنی چاہیے، شرعی پابندیوں کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ وہ اپنی مرضی نہیں کر سکتا۔ اس نے جب مان لیا کہ میرا مالک اللہ ہے تو اب وہ آزاد نہیں رہا۔ جب اس نے خود مانا ہے کہ میں اللہ کا غلام ہوں تو پھر وہ شریعت سے آزاد کیسے ہو سکتا ہے۔ ہاں کافر کے لیے یہ دنیا جنت ہے۔ وہ نہیں مانتا کہ میرا کوئی مالک ہے۔ اس لیے وہ من چاہی زندگی گزارتا ہے۔ اگر ایک شخص مومن ہو کر بھی من چاہی گزارے تو پھر ایمان کا ہے کو ہوا۔ جس شخص نے یہاں پابندی والی زندگی گزاری، اُسے آخرت میں من چاہی زندگی ملے گی۔ اور جس نے یہاں من چاہی گزاری، اِسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا، اور دہکتی ہوئی آگ اُس کا مقدر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے کلام مقدس اور ماہ رمضان سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

فصلِ ہلاکت

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

ہلال رمضان ایک مرتبہ پھر خواہی نخواہی دو قومی نظریہ پوری دنیا پر لاگو کر رہا ہے۔ دنیا چھٹ کر دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ کُتب علیکم الصیام (تم پر روزے فرض کر دیے گئے) کے حکم کے تحت روزے رکھنے والے اور نہ رکھنے والے۔ خواہ کافر ہوں یا (بلا عذر شرعی) نہ رکھنے والے منافق۔ دنیا میں دو ہی قومیں بستی ہیں: مسلمان اور کافر۔ اس تقسیم سے مفر نہیں۔ یہ تو آسمان پر طلوع ہوتی ہے۔ پاکستان ماہ مبارک میں کہاں کھڑا ہے۔ کیا کر رہا ہے؟ ہم IDPs کی خدمت کر رہے ہیں......! یہ کون لوگ ہیں؟ یہ اصطلاح کیا ہے؟ امریکا کی چھیڑی دہشت گردی پھیلانے کی اس جنگ کی کوکھ سے بہت سی اصطلاحوں نے جنم لیا۔ یہ انہی میں سے ایک ہے۔ مہذب الفاظ کے پس پردہ تلخ حقیقت یہ ہے کہ یہ جبری لاپتگان کی طرح جبری بے گھری ہے۔ فاٹا نے اس کا ذائقہ بار بار چکھا۔ یہ وہی ذائقہ ہے جو میرے بزرگوں نے پاکستان بنتے وقت چکھا تھا۔ بھرے پرے گھر اچانک چھوڑ کر تن کے کپڑوں کے ساتھ گھروں سے نکلنا ایک نئے گھر کی تلاش میں۔ پاکستان کے اندر 2009ء سے بار بار پاکستان بچانے کے نام پر، لیکن امریکا کے حکم پر، لاکھوں کی آبادیوں کو خیموں میں لا ڈالا گیا۔ اب باری ہے پاکستان کے لیے شمالی وزیرستان سے قربانی وصول کرنے کی۔ جنوبی وزیرستان سے تین سال پہلے جبری بے گھر کیے گئے ابھی واپس نہیں لوٹے۔ کوٹھیوں، فارم ہاؤسز، موروں بھرے محلات، چلچلاتی دھوپ کی تپش سے نا آشنا چوبیس گھنٹے ٹھنڈے ٹھار کمروں اور گاڑیوں کے مکین کیا جانیں!

وہ جو آپریشن کے لیے ہشکارنے والے دانشوروں، اینکروں میں سے ہیں یا حکمرانوں میں سے، اسی پر خوش ہیں کہ قطار اندر قطار ٹرکوں پر لدے، کڑکتی دھوپ میں پیدل قافلہ در قافلہ روانہ تو ہو گئے۔ وزیرستان خالی تو ہوا! اچانک کہیں رات کے ڈیڑھ دو بجے، کہیں صبح سویرے کرفیو میں کئی کئی دن سے محبوس لوگوں پر سے کرفیو اٹھا کر نکلنے کا حکم صادر ہو گیا۔ ایک خوف سے نکل کر دوسرے خوف اور آزمائشوں کی طرف رواں دواں۔ (اخباری انٹرویوز میں) 8، 10 سال کے بچے جیٹ طیاروں کی گھن گرج، بموں، مارٹر گولوں کے پھٹنے سے سہمے ہوئے یہاں بھی جہاز کی آواز پر گھبرا کر آسمان دیکھتے ہیں۔ کہیں وہ موت کے پتنگے (ڈرون) یہاں تو نہیں......؟ پیدل 20 گھنٹے کا سفر۔ دھوپ سے دہکتے گلاب چہرے۔ ہونٹوں پر بھوک پیاس کی پپڑیاں جمی ہیں۔ کہاں ہیں غم خوارانِ ملالہ......؟ باجوڑ، مہمند، خیبر کے بچوں کی طرح یہ بھی اب سالہا سال تعلیم سے محروم رہیں گے۔

اس جنگ کی تپش سہنے والوں میں 45 فیصد تعداد فاٹا کے بچوں کی ہے! تاہم اطمینان کا پہلو یہ ہے کہ امریکا نے 960 ملین ڈالر منظوری دے دی ہے ہمارے لیے۔ ان کی قربانی رائیگاں نہیں۔ رمضان آ رہا ہے۔ صدقات، خیرات، زکوٰۃ سے ہم انہیں نواز دیں گے! ایک دن کی تنخواہوں کی خطیر قربانی بھی دی گئی ہے۔ امریکا یو این او بھی مال دے گا (جس سے زلزلہ و سیلاب زدگان کے لیے آنے والی امداد کی طرح) بہتوں کا بھلا ہو گا۔ اس امداد پر نئی لینڈ کروزریں مصیبت زدگان کی مدد کے لیے حاصل ہوں گی۔ نئے ٹھیکے بھی ملیں گے! باوجودیکہ خوددار، غیرت مند قبائلی وہ ہیں جو کبھی بھکاری نہیں بنتے۔ تپتی گرمی میں زمین کا سینہ شق کر کے رزق حلال کمانے والوں کو بھکاری بنا کر روٹی کی خاطر لائنوں میں لگا کر لاٹھی چارج اور دھکے کھانے کے لیے دربدر کر دیا! مولانا فضل الرحمٰن کے مطابق چند دن پہلے تک 27 بچے تو گرمی اور بے گھری کی بھینٹ چڑھ چکے۔ مزید کئی بزرگ مرد و زن اس جبری بے گھری کے دوران چل بسے۔ لواحقین نے تدفین کے لیے زمین کا مطالبہ کیا تھا۔ لپک کر بحریہ بھائی نے قبرستان کی زمین خرید دی۔ قبرستانوں کی آباد کاری کے تو ہم ماہر ہو چکے۔

اب کراچی سے بھی مسلسل لاپتہ افراد کی لاشیں مل رہی ہیں، جس پر جسٹس عقیل عباسی نے برہمی کا اظہار کیا ہے۔ ایک ملزم کے ساتھ 20 بے گناہ اٹھائے جاتے ہیں۔ اس استفسار پر عدالت کو تو کچھ نہ بتایا گیا۔ تاہم ایک اعلیٰ پولیس افسر نے گارڈین (16 جون) کو بتایا کہ ان کے اہلکار کم ہی طالبان کو گرفتار کرتے ہیں۔ مقابلے کے نام پر ماورائے عدالت قتل ہی کا طریقہ اپنایا جاتا ہے۔ کیونکہ عدالتیں انہیں چھوڑ دیتی ہیں۔ ان کے مطابق گزشتہ 9 ماہ میں 350 ایسے قتل کیے جا چکے ہیں۔ ایسی ہی لاشوں پر پشاور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس مظہر عالم میاں خیل نے شدید دکھ اور ناراضی کا اظہار کیا ہے کہ حکومت اور ایجنسیاں مسلسل آئیں بائیں شائیں کرتی ہیں۔ بوڑھی ماں دو سال سے اٹھائے گئے بیٹے کی تلاش میں کورٹ میں دھکے کھا رہی ہے۔ اُدھر پے در پے تین لاشیں لاپتگان کی ملی ہیں۔ سوات والوں کے لیے طریق کار دوسرا ہے۔ 2009ء سے غائب کیے گئے۔ نوجوان پے در پے حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال کر رہے ہیں۔ گزشتہ ہفتے کبل تحصیل کے تین نوجوان، پھر بینگورہ سے تین مزید اموات کی خبر اور قبل ازیں بھی ایسا ہی ہو رہا ہے۔ یہ قانون اور آئین سے بالا حراستی مراکز نہیں بلکہ لاشیں نکالنے والی فیکٹریاں۔ حکومت کی بے حسی اور عدلیہ کی بے بسی! جج صاحبان گارڈین سے رجوع فرمائیں۔ جن حقائق پر یہاں پردہ پڑا رہتا ہے وہ غیر ملکی میڈیا کے آگے کھل جاتے ہیں۔ اب آپریشن ہی کو لے لیجیے۔ پاکستانی میڈیا کے لیے جاری کردہ خبر میں ISPR پورے وثوق سے فرما رہی ہے (دی نیوز۔ 27 جون) شمالی وزیرستان میں آپریشن پاکستانی فوج کر رہی ہے اور اسے امریکا یا کسی دوسرے کی مدد حاصل نہیں۔ تاہم واشنگٹن میں ہمارے سفیر جلیل عباس جیلانی ایک اہم بریفنگ میں اسی دن فرما رہے ہیں۔ امریکا پاکستانی فوج کی قربانیوں سے واقف ہے۔ کولیشن سپورٹ فنڈ دہشت گردی کے خلاف فوجی آپریشن کے لیے دیا گیا ہے۔ امریکا اس آپریشن بارے نہایت مثبت سوچ رکھتا ہے! جنگ ہماری اطمینان امریکا کا۔ پیسہ بھی امریکا کا؟ آپریشن نبی ﷺ کی تلوار کے مقدس نام پر۔ تلوار کے دستے پر ہاتھ کس کا ہے؟

کیا پاکستان کے حقیقی دشمن بھارت کے ضمن میں بھی امریکا ہم پر اتنا ہی مہربان رہا ہے؟ ہماری اپنی جنگیں 65ء میں؟ 71ء میں؟ اس پر تو ہم مالی، دفاعی پابندیوں (Sanctions) سے نوازے گئے تھے! ہم حقانیوں کے خلاف آپریشن کر رہے ہیں جو ایک (باقی صفحہ 17 پر)

روزہ اور قرآن

سید مناظر احسن گیلانی

تقویٰ اور روزہ

آیئے روزے کے قرآنی مطالب کو قرآن ہی کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کریں۔ ''اے ایمان والو! تم پر روزہ رکھنا فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ گنتی کے چند ہی دن ہیں لیکن تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اور دنوں میں گنتی کو پورا کر لے اور جو روزہ رکھنے کی طاقت رکھیں (لیکن رکھیں نہیں) وہ روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں، پھر جو شخص نیکی میں سبقت کرے وہ اسی کے لیے بہتر ہے لیکن تمہارے حق میں بہتر کام روزہ رکھنا ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔ ماہ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا لوگوں کے لئے ہدایت بنا کر اور ہدایت اور حق و باطل کے امتیاز کے کھلے دلائل کے ساتھ، سو جو کوئی تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو وہ اس کے روزے رکھے، اور جو بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے، تمہارے ساتھ سختی نہیں کرنا چاہتا اور چاہتا ہے کہ تم تعداد پوری کرو اور اللہ نے جو تمہیں ہدایت بخشی ہے اس پر اس کی بڑائی کرو، تاکہ تم اس کے شکر گزار بنو۔'' (البقرہ: 183 تا 185) ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ روزہ آدمی میں ''تقویٰ'' کے جذبہ کو اُبھارتا اور بیدار کرتا ہے۔ اس کے بعد اطلاع دی گئی ہے کہ رمضان ہی کے مہینے میں چونکہ قرآن کے نزول کی ابتدا ہوئی، اس لئے مسلمانوں کو چاہیے کہ اس مہینے کو قرآن کے ساتھ گزاریں۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ ''تقویٰ'' کا مطلب کیا ہے، روزے سے اس کا کیا تعلق ہے اور تقویٰ کے جس جذبہ کو روزہ اُبھارتا اور جگاتا ہے، انسانی فطرت کے اس جذبہ سے قرآن کا کیا تعلق ہے! ایک مثال اپنے سامنے رکھ لیجئے۔ روشنی سے وہی مستفید ہو سکتا ہے جس کی بینائی کی قوت آلائشوں سے پاک و صاف ہو۔ اس مثال کے پیش نظر غور کیجئے، قرآن کیا ہے؟ آدمی کی آئینی زندگی کے قدرتی دستور العمل ہی کا نام قرآن ہے۔ اسی طرح تقویٰ، جس کا ترجمہ عموماً پرہیز یا ڈر وغیرہ کے الفاظ سے کر دیا جاتا ہے، فطرت انسانی کے اس خاص رجحان کی تعبیر ہے جس نے آدمی کو آئین پسند بنا دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب تک جنون سے کسی کا دماغ ماؤف ہی نہ ہو، ہر شخص یہ محسوس کرتا ہے کہ اعمال و افعال میں ہم مطلق العنان بنا کر نہیں پیدا کیے گئے ہیں۔ یعنی جو جی میں آئے اسے کہہ گزریں جسے چاہیں مار بیٹھیں یا قتل کر دیں، جس کا مال چاہیں اُڑا لیں، سڑکوں پر ننگے ہو کر ناچیں اور تھرکیں۔ یہ یا اسی قسم کے بہت سے کام کرنے پر ہم آمادہ ہو جائیں تو انہیں کر تو سکتے ہیں، لیکن اندر کی آواز ہمیں ٹوکتی ہے اور حدود میں رہنے کا تقاضا کرتی ہے۔ کچھ کام ایسے ہیں جو کیے جائیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جو نہ کیے جائیں۔ یہ تقسیم ہمارے اعمال و افعال کی، سچ پوچھیے تو تقویٰ ہی کے فطری جذبہ کی پیداوار ہے۔ کون کون سے کام کرنے کے ہیں اور کون سے نہ کرنے کے، تفصیلات میں تو اختلاف ممکن ہے لیکن ان دو حصوں میں اعمال کی تقسیم انسان کا فطری احساس ہے۔ کسی شخص کے متعلق جونہی پتا چلتا ہے کہ اعمال و افعال کی حد بندی کے تقاضوں سے آزاد ہو گیا ہے، اس کے پاگل ہو جانے کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔

اگر تقویٰ کی واقعی حقیقت یہی ہے جو عرض کی گئی، تو پھر کتنی آسانی کے ساتھ یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ قرآن کو، یعنی آئینی زندگی کے قدرتی دستور العمل کو سپرد کرتے ہوئے تقویٰ کے احساس کو چونکانے والے اور جگانے والے عمل یعنی روزے کی پابندی کا بھی ٹھیک اسی مہینے میں کیوں مکلف بنایا گیا، جس میں قرآن کے نزول کی ابتدا ہوئی۔ آئین و دستور کی پابندی کا مطالبہ باہر سے جن پر پیش ہو رہا تھا، ضرورت تھی کہ ان کے اندر بھی اس احساس اور جذبے کے اجاگر کرنے کا انتظام کیا جائے جس پر آدمی کی آئینی زندگی کا دارومدار ہے۔ یہ ہے ''تقویٰ'' اور ''قرآن'' میں تعلق۔ گویا آئین کے ساتھ آئین پسندی کے جذبے کو بھی بیدار رکھنے کا بندوبست کیا گیا ہے۔

اب رہی یہ بات کہ آدمی میں آئین پسندی یعنی تقویٰ کا جو جذبہ فطرتاً پایا جاتا ہے، اس کے ابھارنے اور اس کو تروتازہ رکھنے میں روزہ سے کیوں مدد ملتی ہے۔ اس کی وجہ بھی ظاہر ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ چوبیس گھنٹوں میں بار بار جس چیز کی ضرورت آدمی کو ہوتی ہو، روزمرہ کی اسی ضرورت سے اچانک دست بردار ہو جانے پر آمادہ ہونے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ آئینی حدود کے اندر اپنے آپ کو روکے رکھنے کی پوری قوت اس کے اندر پائی جاتی ہے۔ سال کے گیارہ مہینوں میں جو کھا رہا تھا، پی رہا تھا، جنسی تقاضوں کی تکمیل پر جس کو کسی قسم کی روک ٹوک نہ تھی، وہی بارہویں مہینے میں اس امتحان میں کامیاب ہو کر نکلتا ہے کہ ساری چیزیں، جن کا گیارہ مہینوں میں عادی تھا، ان کو چھوڑ بیٹھا۔ آئینی جذبے کی مشق کی اس سے زیادہ بہتر صورت اور کیا ہو سکتی تھی۔

دوسرے مذاہب سے تعلق

روزے کے مطالبے کو مسلمانوں پر عائد کرتے ہوئے گزشتہ ادیان و مذاہب کو ماننے والی اُمتوں کے ساتھ اپنے تاریخی رشتہ کا اعادہ کَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ کے الفاظ میں فرمایا گیا ہے۔ اس سے مسلمانوں میں یہ نفسیاتی اثر پیدا ہوتا ہے کہ اس حکم الٰہی کا بار اٹھانے میں وہ تنہا نہیں ہیں، بلکہ جو انسانی نسلیں ان سے پہلے گزری ہیں وہ بھی اس میں ان کی شریک ہیں۔ اسی سے خود بخود یہ بھی سمجھ میں آ جاتا ہے کہ روزے کا مطالبہ کوئی ایسا مطالبہ نہیں ہے کہ جسے بار سمجھا جائے۔ آخر جس کام کو تاریخ کے نامعلوم زمانے سے انسانیت برداشت کرتی چلی آ رہی ہے، اس کو بار اور بوجھ قرار دینے کے معنی ہی کیا ہو سکتے ہیں۔ گویا برداشت کے لحاظ سے یہ تجربہ کیا ہوا، جانچا اور پرکھا ہوا عمل ہے، سمجھا جائے تو یہ اشارہ بھی قرآن کے الفاظ سے ہمیں مل سکتا ہے۔

اسی کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح حیوانی ضرورتوں کے لئے حرارت، روشنی، ہوا، پانی وغیرہ جیسی قدرتی امدادوں کا آدمی ہر زمانے میں ہر جگہ محتاج رہا ہے، یہی نوعیت قدرت کے ان قوانین کی بھی ہے جس کی پابندی کے بغیر انسان، انسان نہیں رہ سکتا۔ یہ جو فرمایا گیا ہے کہ ''اگلوں پر بھی روزہ فرض کیا گیا تھا،'' تو اس سے یہ بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ روزہ بھی قدرت کے ان ہی قوانین میں شریک ہے جن سے نہ اگلے بے نیاز ہو کر رہ سکتے تھے اور نہ پچھلے اس سے مستغنی ہو سکتے ہیں۔

روزے میں آسانی

روزہ کی یہ حقیقت قابل غور ہے کہ سب سے زیادہ آدمی جن چیزوں کا عادی ہوتا ہے، روزے کی وجہ سے اپنی اسی دوامی عادت سے دست برداری کی مشق پیدا ہوتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ دین ہو یا دنیا، زندگی کے تمام شعبوں میں اس مشق سے یہ مدد ملتی ہے کہ عادت کے خلاف کسی قسم کی مشکلات سے دو چار ہونے کا موقع سامنے آجائے تو روزے کی مشق ان مشکلات کو قدرتاً روزہ رکھنے والوں کے لئے آسان بنا دیتی ہے۔ اسی لئے جن رعایتوں اور جن شروط کے ساتھ روزہ کا مطالبہ واجب کیا گیا ہے، ان ہی کو دیکھ کر یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ مشقت اور دشواری میں مبتلا کرنے کا ارادہ نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس کے مقابلے میں روزے کی مشق سے زندگی کی عام مشکلات میں مدد ملتی ہے۔ خصوصاً قمری مہینے کی وجہ سے، ہر موسم اور سال کے ہر حال میں روزہ رکھنے کی عادت سہولت کے دائرے میں جس وسعت کو پیدا کرتی ہے اور مشقت کی برداشت کی قوت کو بڑھاتی ہے، اس کو دیکھتے ہوئے یہی کہا جا سکتا ہے کہ روزے سے آسانی پیدا کرنے کا ارادہ کیا گیا ہے۔

شکر اور وفاقی تعلق

انسانیت، ہدایت کے جس نظام کی پابندی کر کے اپنے صحیح انجام تک پہنچ سکتی ہے، یقیناً اس کا علم ساری انسانی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ہے۔ روزہ اس غیر معمولی، انمول نعمت سے سرفراز فرمانے والے کی بڑائی کے اقرار کی بہترین عملی شکل ہے کہ آدمی سب سے زیادہ جن چیزوں کا رسیا اور عادی ہے، ہر ایک کو ٹھکرا کر اس بڑے کے حکم کی تعمیل کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے ''تا کہ بڑائی کرو اللہ کی، اس نعمت کے مقابلہ میں کہ تمہاری رہنمائی اس نے کی۔'' سچ تو یہ ہے کہ زندگی بھر جو ہمیں کھلاتا پلاتا رہتا ہے اور طرح طرح کی نعمتوں سے نوازتا ہے، آدمی کا جی چاہتا ہے کہ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرے۔ کوئی شک نہیں کہ شکر اور گن گانے کی صورتیں یہ بھی ہیں کہ زبان سے شکر کے الفاظ ادا ہوتے ہوں، یا دل میں تشکر و امتنان کے جذبات پیدا ہوں۔ لیکن کھلانے پلانے والے کے شکر کی شکل ___ جتنی دیر کے لئے کھانا چھوڑ دینے کا حکم کھلانے پلانے والے نے دیا، اتنی دیر کے لئے ہم اس کو چھوڑ بیٹھیں ...... حق تو یہ ہے کہ زبان اور دل والے شکریوں سے شکر کا یہ عملی قالب خود شکر کرنے والوں ہی کے لئے زیادہ اطمینان بخش ہے۔ اس کی طرف آخر میں ''تا کہ تم شکر ادا کرو'' کے الفاظ سے اشارہ فرمایا گیا۔

''جب تجھ سے پوچھیں میرے بندے میرے متعلق تو میں قریب ہوں، جواب دیتا ہوں پکارنے والے کی پکار کا'' اس آیت سے پہلے بھی روزے کا ذکر ہے اور اس کے بعد بھی۔ بیچ میں اس آیت کا ہونا یقیناً بلاوجہ نہیں ہو سکتا۔ بظاہر یہی خیال گزرتا ہے کہ حق تعالیٰ کے حکم کے مطابق جب بندہ پسندیدہ عادتوں سے دست بردار ہو کر اپنے پیدا کرنے والے کی خوشی اور اسی کی مرضی کے مطابق اپنی خوشی اور اپنی مرضی کو بنا دیتا ہے تو روزہ کے زمانے میں روزہ دار کا خالق کائنات کے ساتھ اس وفاقی تعلق کو، قرآن بتانا چاہتا ہے، معمولی حال نہ سمجھنا۔ منطقی طور پر یوں ترتیب قائم کی جائے کہ ساری کائنات حق تعالیٰ کی مرضی کے مطابق چل رہی ہے۔ انسان جب اسی عالمگیر مرضی کے مطابق اپنے آپ کو کر لیتا ہے تو اس خاص حال میں عالم کا ہر قانون انسان کی مرضی کی مطابقت کے لئے تیار ہو جاتا ہے، یعنی اس کی ہر دعا کو حق تعالیٰ قبول فرماتے ہیں۔ آپ ہی بتائیے اس کے سوا دوسری توقع ہی کیا کی جا سکتی ہے؟

انجمن خدام القرآن سندھ کراچی
کے تحت
داعیٔ قرآن ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے جاری کردہ
قرآن فہمی کورس سال اول اور سال دوم
میں داخلوں کا اعلان
جدید تعلیم یافتہ حضرات وخواتین کے لئے علومِ دینیہ کی تحصیل کا نادر موقع!

سال اول
- علم تجوید
- آسان عربی گرامر
- مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب
- ترجمۂ قرآن حکیم
- سیرت النبی ﷺ
- دورۂ ترجمۂ قرآن
- مطالعۂ حدیث
- عقیدہ وفقہ
- اسپیشل لیکچرز
- کلام اقبال

سال دوم
- علم تفسیر
- علم حدیث
- علم فقہ
- اصول تفسیر
- اصول حدیث
- اصول فقہ
- عقیدہ
- عربی زبان وادب
- تحریکیات
- توسیعی محاضرات

آغاز: 11 اگست 2014ء
سال اول میں داخلے کے لئے انٹرمیڈیٹ یا مساوی سند درکار ہوگی
سال دوم میں داخلے کے لئے سال اول یا مساوی سند لازمی ہے
خواتین کے لئے شریعت کے مطابق باپردہ اہتمام
اہل طلبہ کے لئے مناسب اسکالرشپ
شہر کے باہر سے آنے والے طلبہ کے لئے محدود تعداد میں ہاسٹل اور میس کی سہولت موجود ہے۔

نوٹ: واضح رہے کہ ہاسٹل/میس کی سہولت قرآن اکیڈمی یٰسین آباد میں صرف حضرات کے لئے دستیاب ہے۔
اسی طرح فی الوقت سال دوم کا کورس بھی صرف حضرات کے لئے یٰسین آباد اکیڈمی میں منعقد کیا جا رہا ہے۔

تعارفی نشست:
بروز اتوار 10 اگست 2014ء صبح 9:00 بجے تا نماز ظہر
بمقام: قرآن اکیڈمی ڈیفنس، مسجد جامع القرآن خیابان راحت فیز 6 درخشاں ڈیفنس، کراچی 23-021-35340022

مقاماتِ تدریس:
1. قرآن اکیڈمی ڈیفنس، مسجد جامع القرآن خیابان راحت فیز 6 درخشاں ڈیفنس، کراچی 23-021-35340022
2. قرآن اکیڈمی یٰسین آباد، شارع قرآن اکیڈمی، بلاک 9، فیڈرل بی ایریا، کراچی 021-36806561

مزید تفصیلات، پراسپیکٹس اور داخلہ فارم ویب سائٹ سے حاصل کریں
www.QuranAcademy.com

سانحۂ ماڈل ٹاؤن اور انقلاب کا نعرہ

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

مہمانانِ گرامی: سلمان غنی (ایگزیکٹو ایڈیٹر روزنامہ دنیا)
ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

میزبان: وسیم احمد
مرتب: فرقان دانش

سوال: منہاج القرآن سیکرٹریٹ اور طاہر القادری کی رہائش گاہ کے اردگرد رکاوٹیں ہٹانے اور مزاحمت پر لاشیں گرانا کیا ایسی حرکتیں جمہوریت کے دعوے دار حکمرانوں کو زیب دیتی ہیں؟

سلمان غنی: اس سارے واقعہ کی تحقیقات ہونی ضروری ہے۔ کیا وجہ ہے کہ صرف بیریئرز ہٹانے کے لیے پولیس وہاں گئی اور اتنا بڑا سانحہ پیش آیا کہ 11 افراد زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ پولیس رات ڈھائی بجے کے قریب وہاں گئی۔ ویسے تو یہ موقع ہی مناسب نہیں تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب پورے پاکستان میں یکجہتی اور اتحاد کی فضا قائم ہو چکی تھی اور فوج وزیرستان میں آپریشن میں سرگرم عمل تھی۔ ایک روز پہلے 16 جون کو وزیر اعظم نے قومی اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے سیاسی پارٹیوں سے اپیل کی کہ اس سارے معاملے میں فوج کو سپورٹ کریں۔ لہٰذا پوری قوم ”دہشت گردی“ کے جن کو قابو کرنے کے لیے ایک آواز ہو چکی تھی۔ عمران خان اپنا جلسہ اور شیخ رشید ٹرین مارچ ملتوی کر چکے تھے۔ جہاں تک میری معلومات ہیں ڈاکٹر طاہر القادری بھی اپنی واپسی مؤخر کر رہے تھے، لیکن اس واقعہ کی وجہ سے پاکستان کی سیاست میں تلخی آ گئی۔ اس واقعہ کے اثرات پورے ملک پر پڑے۔ اس سے ایک طرف عوامی تحریک متاثر ہوئی کہ ان کا جانی نقصان ہوا ہے۔ دوسری جانب سیاسی طور پر سب سے زیادہ نقصان خود وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف کا ہوا، جو گڈ گورننس کی بات کرتے ہیں۔ وہ سب سے زیادہ پولیس گردی کے خلاف ہیں۔ مجھے مختلف مواقع پر ان کے ساتھ جانے کا اتفاق ہوا۔ میں پولیس کے رویے کے خلاف ان کا ری ایکشن دیکھتا تھا۔ لیکن پولیس نے یہ جو کردار ادا کیا اس کا مطلب ہے کہ وہ شتر بے مہار ہے۔ سب سے بڑا مسئلہ گورننس کا مسئلہ ہے۔ خاص طور پر یہ مسئلہ ان حکمرانوں کے دور میں زیادہ حیران کن ہے جو یہ کہتے رہے ہے کہ ہم گڈ گورننس قائم کریں گے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے ادارے اپنی حدود پار کرتے ہیں، جس کی ہمیں مذمت کرنی چاہیے۔ یہ اکیسویں صدی ہے۔ آپ نہتے لوگوں پر گولیاں چلا رہے ہیں۔ اس واقعہ سے پاکستان کی دنیا بھر میں جگ ہنسائی ہوئی ہے۔ یہ واقعہ ہر حوالے سے قابل مذمت ہے۔ میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ ہمارے ہاں جوڈیشل کمیشن کی رپورٹس ردی کی ٹوکری میں چلی جاتی ہیں۔ ہمارا ملک ٹوٹ گیا ہے اور آج تک حمود الرحمٰن کمیشن کی رپورٹ سامنے نہیں آ سکی۔ سانحۂ ایبٹ آباد کی مکمل رپورٹ بھی سامنے نہیں آ سکی۔ اس واقعہ پر وزیر اعلیٰ شہباز شریف نے کچھ اقدامات کیے ہیں، لیکن انہیں اور آگے بڑھنا ہوگا۔ دوسری طرف اسلام آباد میں عوامی تحریک کے کارکنوں نے پولیس کے ساتھ جو کیا وہ بھی مناسب نہیں ہے۔ ایسی حرکتیں واقعتاً ایک جمہوری حکومت میں زیب نہیں دیتیں۔ شریف برادران کو اس واقعہ سے سبق سیکھنا چاہیے۔

سوال: طاہر القادری صاحب اگر اسلام آباد ائیرپورٹ پر اُترتے اور جلسے کرتے بذریعہ جی ٹی روڈ لاہور آ جاتے تو کیا کوئی قیامت برپا ہو جاتی؟ حکومت طاہر القادری صاحب کے حوالے سے اتنی بوکھلاہٹ کا شکار کیوں ہے؟

ایوب بیگ مرزا: آپ کی بات بالکل درست ہے۔ اس حوالے سے ہماری تاریخ میں بہت بڑی مثال موجود ہے۔ جب 10 اپریل 1986ء کو محترمہ بے نظیر بھٹو لاہور اُتریں، اس وقت جنرل ضیاء الحق ملک کے صدر اور نواز شریف پنجاب کے وزیر اعلیٰ تھے۔ میں خود اس مجمع میں بحیثیت مبصر موجود تھا۔ واقعتاً اس سے بڑا انسانی اجتماع لاہور میں نہ ہوا ہوگا۔ اس کے باوجود یہ مجمع اتنا پرامن تھا کہ کہیں کوئی لاٹھی چلانے کا موقع بھی نہیں ملا۔ حالانکہ اس وقت ضیاء الحق اور نواز شریف نہیں چاہتے تھے کہ بے نظیر آئیں، لیکن وزیر اعظم محمد خان جونیجو نے سٹینڈ لیا تھا کہ انہیں آنے دیں۔ قادری صاحب کے پاس تو بمشکل اس کا دسواں حصہ لوگ ہوں گے۔ لیکن یہاں ہمیں حکومت کی بوکھلاہٹ نظر آتی ہے۔ ایک طرف یہ انتہا کہ مار دو اور دوسری طرف یہ انتہا کہ مر جاؤ، یہ کوئی طریقہ نہیں، بلکہ اعتدال اور معقولیت کا راستہ اختیار کیا جانا چاہیے تھا۔ اس معاملے میں انتظامیہ کا اناڑی پن سامنے آیا۔ اگر قادری صاحب اسلام آباد اُترتے تو کیا ہو جاتا۔ زیادہ سے زیادہ دس بارہ گھنٹوں میں لاہور پہنچ جاتے لیکن جہاز کو موڑ کر لاہور لانے سے یہ معاملہ نیشنل سے انٹرنیشنل بن گیا۔ آپ یہ بھی کر سکتے تھے کہ حضرت کو جہاز سے اُتار کر لاؤنج میں روک دیتے اور انہیں PIA کے ذریعے لاہور بھیج دیتے۔ حکومت نے اس معاملے میں بوکھلاہٹ کا مظاہرہ کیا ہے۔ ان واقعات سے حکومت کی گورننس کا پول کھل گیا ہے۔

سلمان غنی: آپ کی یہ بات بالکل درست ہے کہ حکومت بوکھلاہٹ کا شکار تھی۔ گورننس کے دعوے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ پوری دنیا میں پاکستان کی جگ ہنسائی ہوئی۔ میرا خیال ہے کہ حکومت نے قادری صاحب کو جلوس کی قیادت کی اجازت اس لیے نہیں دی کہ جس صورت حال سے ہم اس وقت گزر رہے ہیں اگر وہ جلوس لے کر باہر جاتے اور کوئی تیسرا فریق کام دکھا جاتا تو اس سے بڑا جانی نقصان ہو سکتا تھا۔ اس کا الزام بھی حکومت پر آتا کہ حکومت نے حفاظتی انتظامات نہیں کیے۔ دوسری طرف ڈاکٹر طاہر القادری کی سیاست بھی ناقابل فہم تھی۔ وہ کبھی فوج کو مخاطب کرتے، کبھی چودھری شجاعت سے مخاطب ہوتے اور کبھی گورنر کا نام لیتے رہے۔ عجیب بات ہے کہ ایک کینیڈین شہری آپ کی فوج کو مخاطب کر رہا ہے کہ فوج آ کر مجھے لے جائے۔ اب بھی وہ فوج کا نام لے رہے ہیں۔ وہ اس فوج کو بلا رہے ہیں جو آپریشن میں مصروف ہے۔ ڈاکٹر طاہر القادری کی جان ملک سے زیادہ قیمتی نہیں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ان کے پاس کارکن ہیں، لیکن ان کو پاکستانی عوام میں پذیرائی حاصل نہیں۔ دوسری طرف یہ بھی حقیقت ہے کہ

عوام میں بے چینی اور ردِعمل موجود ہے۔ لہٰذا حکومت کو چاہیے کہ اسے ایڈریس کرے اور اپنے مینڈیٹ کے تقاضے پورے کرے۔ آج مہنگائی، بے روزگاری اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے، اس لیے حکومت کو ایسے معاملات میں اُلجھنے کی بجائے معاشی ایجنڈے کو آگے بڑھانا چاہیے۔

سوال : ایک رائے یہ ہے کہ ڈاکٹر طاہر القادری اندرونی و بیرونی قوتوں کی سرپرستی میں جمہوری نظام کو سبوتاژ کرنے کا ایجنڈا لے کر پاکستان آئے ہیں۔ کیا آپ اس رائے سے اتفاق کرتے ہیں؟

سلمان غنی : میں سمجھتا ہوں کہ بیرونی فورسز یہ کبھی نہیں چاہیں گی کہ پاکستان میں جمہوریت کو ڈی ریل کیا جائے۔ اگرچہ بیرونی طاقتوں کا اصل ایجنڈا پاکستان میں انتشار پیدا کرنا ہے، لہٰذا وہ ایسی قوتوں کو استعمال کرتے رہتے ہیں جو انتشار کا موجب بنیں۔ اس وقت پاکستان کو اتحاد اور یکجہتی کی ضرورت ہے۔ دراصل ہم جس جنگ کا حصہ بنے ہیں وہ ہماری جنگ تھی ہی نہیں۔ ہمارا بیڑا غرق امریکہ نے کیا ہے۔ امریکہ نے اپنے سیاسی مفادات کی تکمیل کے لیے پاکستان کو فرنٹ لائن ملک بنایا اور فرنٹ لائن ملک بنا کر اسے حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ جاتے جاتے افغانستان میں اپنی شکست کا ملبہ بھی پاکستان پر ڈال گیا۔ اب اس صورت حال میں پاکستان کے اندر کچھ لوگ آ کر جو کر رہے ہیں اس میں سرمائے کا عمل دخل ہے۔ بے شک ان کے پیروکار ضرور ہیں لیکن ان میں بڑی تعداد سکولوں کے لڑکوں اور طالبات کی ہے۔ اس طرح کے لوگوں کو امتحان میں نہیں ڈالنا چاہیے۔ اب محسوس یہ ہو رہا ہے کہ ان کا یہ بخار کم ہوا ہے۔ اس لیے کہ جب قادری صاحب پاکستان آئے تو پتہ چلا کہ زمینی حقائق کچھ اور ہیں۔ عمران خان ان سے کیوں فاصلہ رکھ رہے ہیں؟ اس لیے کہ انھوں نے اَسّی لاکھ ووٹ لیے ہوئے ہیں۔ ایک صوبے کے اندر ان کی حکومت ہے۔ لہٰذا تحریک انصاف نے بڑے واضح انداز میں کہا ہے کہ عوامی تحریک سے اتحاد خارج از امکان ہے۔ قادری صاحب کی سیاست تضادات سے بھری پڑی ہے۔ ان کے تضادات ہی انھیں ان حالات سے دوچار کر رہے ہیں۔ دوسری طرف قیام پاکستان سے اب تک پاکستانی عوام کو ابھی تک جمہوریت کے ثمرات نہیں ملے۔ اب پاکستان میں جمہوریت کا سسٹم آگے چلنا چاہیے۔ جب آپ کسی نظام کو چلنے دیتے ہیں تو آہستہ آہستہ اداروں میں اچھے لوگ آتے رہتے ہیں اور چہرے تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب جو انقلاب لانا چاہتے ہیں اور جس طریقے سے لانا چاہتے ہیں اس میں انھیں عوامی پذیرائی نہیں ملے گی۔ انقلاب لانے کے لیے پیٹ پر پتھر باندھنے پڑتے ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے انھوں نے اسلام آباد میں دھرنا دیا، پھر ان کا انقلاب کینیڈا چلا گیا۔ انقلاب لانے کی لیے یکسوئی اختیار کرنا پڑتی ہے۔ حکومت گرا دو ایجنڈے سے انتشار ہی پھیلتا ہے، کسی بہتری کی اُمید نہیں کی جا سکتی۔

ایوب بیگ مرزا : آپ نے ایک بات کہی کہ امریکہ نہیں چاہے گا کہ ڈیموکریٹک پراسیس کو لپیٹ دیا جائے۔ میرے خیال میں وہ ہر وہ اقدام کریں گے جس سے پاکستان میں انتشار پیدا ہو۔ عین ممکن ہے بیرونی قوتیں ڈاکٹر صاحب کے پیچھے ہوں، تاکہ وہ ان کے ذریعے سے جمہوریت کی گاڑی کو ڈی ریل کر دیں اور پھر وہ پرویز مشرف جیسے کسی فرمانبردار حکمران سے اپنے مفادات پورے کریں۔

سلمان غنی : مصر میں جو صورت حال ہوئی ہے پاکستان میں ایسی صورت شاید پیدا نہ ہو سکے۔ اس کی بہت ساری وجوہات ہیں۔ آپ کا نیوکلیئر پروگرام انھیں کھٹکتا ہے۔ مغربی مصرین کی رائے ہے کہ پاکستان اس وقت تک مضبوط رہے گا جب تک پاکستان کی فوج مضبوط رہے گی۔ ہماری فوج ان آپریشنز کے لیے تیار نہیں تھی لیکن امریکہ کی جنگ میں داخل ہونے سے ایسی صورت حال پیدا کر دی گئی۔ اب جو یہ نیا تماشا پاکستان میں لگانے کی کوشش کی گئی ہے وہ اس لیے ہے کہ جب تک آپ پاکستان کو اندرونی طور پر عدم استحکام اور انتشار سے دوچار نہیں کریں گے بیرونی ایجنڈا یہاں پر کامیاب نہیں ہوگا۔

سوال : ایسے نازک حالات میں جب شمالی وزیرستان میں فوجی آپریشن جاری ہے طاہر القادری کا سیاسی ایجنڈا اور انقلاب لانے کا اعلان کسی طرح بھی ملک و قوم کے مفاد میں ہے؟

ایوب بیگ مرزا : اس میں کوئی شک نہیں کہ دہشت گردی ایسا ناسور بن چکا تھا جسے ختم کرنا بہت ضروری ہے، لیکن میں طریقہ کار سے اختلاف کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے اس سے عین ممکن ہے دو، تین یا چار ماہ کے لیے ایک خاموشی چھا جائے۔ لیکن مجھے اس کے بعد یہ معاملہ دوبارہ خوفناک صورت میں اُٹھتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس سے بہتر طریقہ یہ تھا کہ خفیہ ایجنسیوں کے ذریعے محنت کر کے ٹارگٹ کلنگ کی جاتی۔ اس سے کم از کم عوامی سطح پر نقصان بہت کم ہوتا۔ میڈیا کے ذریعے اطلاعات آ رہی ہیں کہ اتنے دہشت گرد مار دیئے گئے۔ میری اطلاعات کے مطابق پوری مارکیٹیں اور بستیاں صاف کر دی گئی ہیں، جن میں انسان کا نام و نشان تک نہیں رہا۔ یہ صورت حال وہاں کے لوگوں کے لیے قابل قبول نہیں۔ میں نے آپریشن شروع ہونے سے پہلے کہا تھا کہ اگر پاکستانی فوج نے آپریشن کیا تو پاکستان خون میں نہا جائے گا اور پاکستان ایک ایسے مریض کی طرح ہو جائے گا جس کے زخموں سے خون رستا رہے گا۔ اللہ کرے ایسا نہ ہو۔ میں کہتا ہوں کہ اب بھی مذاکرات کر کے اس مسئلے کو حل کرنا چاہیے کیونکہ مذاکرات کا راستہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ بہرحال موجودہ صورت حال میں جبکہ ملک میں آپریشن جاری ہے، حکومت کو ہوشمندی سے کام لینا چاہیے۔ حکومت نے طاہر القادری کے معاملے کو غلط طریقے سے ہینڈل کر کے معاملہ خود خراب کیا ہے۔ میاں نواز شریف کو سمجھنا چاہیے کہ ان کی حکومت کہیں نہیں جاتی۔ انھیں پاگل پن کا مقابلہ ہوشمندی اور دانشمندی سے کرنا چاہیے۔

سوال : کیا آپ سمجھتے ہیں کہ طاہر القادری اپنی سیاسی جدوجہد کے ذریعے مستقبل میں پاکستانی سیاست پر دور رس اثرات مرتب کر سکیں گے؟

سلمان غنی : انھوں نے کون سی سیاسی جدوجہد کی ہے؟ یہی کہ اسلام آباد میں 3 دن دھرنا دیا اور پھر واپس کینیڈا چلے گئے۔ بلاشبہ سیاسی جدوجہد ان کا حق ہے لیکن وہ کسی ایشو کے حوالے سے یکسو تو ہوں۔ ایئر پورٹ پر انھوں نے کیا کیا؟ کیا سیاسی جدوجہد اس طرح ہوتی ہے؟ یہ 21 ویں صدی ہے۔ میڈیا کی آزادی کی وجہ سے پاکستان کے عوام بڑے باشعور ہیں۔ وہ اچھے اور بُرے کی پہچان رکھتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ڈاکٹر صاحب کے پیروکار موجود ہیں اور ان کی اپنی مقبولیت ایک خاص سطح تک ہوگی لیکن عوام میں انھیں پذیرائی ملنے والی نہیں۔ میں آپ کے پروگرام کی وساطت سے ایک انکشاف کرتا ہوں اور حلفاً بتا رہا ہوں کہ جنرل پرویز مشرف کے دور میں جن انتخابات میں قادری صاحب MNA بنے تھے وہ انتخاب ایک Planned الیکشن تھا اور مجھے پہلے پتا تھا کہ پنجاب میں سے اسّی نشستیں ”ق“ لیگ کو ملنی ہیں۔ میں ایک ذمہ دار شخص کے پاس رات کو بیٹھا تھا جسے فون پر کہا گیا کہ علیم خان

یہ سیٹ جیت رہے ہیں لیکن ہم نے وہ ڈاکٹر طاہر القادری کو جتوانی ہے۔ لہٰذا آپ علیم خان کو کہہ دیں کہ شور نہ مچائے۔ گویا طاہر القادری ایک سیٹ بھی نہیں جیت سکتے تھے۔ میں ایک جرنلسٹ ہوں اور مجھے یہ پتا ہے کہ وہ کیوں آئے ہیں؟ ان کے مقاصد کیا ہیں؟ یہ جو تاثر ہے کہ پاکستان کی ایجنسیز ان لوگوں کو آگے کر رہی ہیں، وہ دن اب گئے۔ میں آپ کو ایک اور بات بتا دوں کہ یہ پچھلی صدی کی باتیں ہیں کہ چور دروازے کھلتے تھے۔ جی ایچ کیو والے اب خود ایک محاذ پر سرگرم ہیں۔ طاہر القادری نے فوج کو آوازیں دی ہیں، اس کے بعد وہ خاموش کیوں ہو گئے۔ فوج ایک کنیڈین شہری کے لیے نہیں آسکتی۔ یہ فوج آپ کی اور میری ہے۔ آپ فوج کو اس صورت حال میں بلا رہے ہیں جب وہ ایک محاذ پر سرگرم ہے۔ اگر آپ نے انقلاب لانا ہے تو آپ پاکستان میں سماجی انقلاب لائیں۔ آپ کے پاس اربوں ڈالرز ہیں۔ آپ آئی ڈی پیز کی خدمت کریں۔ آپ گورننس کا انقلاب لائیں۔ آپ تعلیم و تربیت کا انقلاب لائیں۔ اگر حکومت نے پاگل پن کا مظاہرہ کیا ہے تو آپ نے بھی اپنے کارکنوں کو ڈنڈے دے کر اسلام آباد بھیج دیا۔ میں آپ کو ایک اور انفارمیشن دے رہا ہوں کہ اب وہ کہہ رہے ہیں کہ ماڈل ٹاؤن میں ادارہ منہاج القرآن کے باہر رکاوٹیں لگی رہنے دیں، یہ میری عزت کا مسئلہ ہے۔ اسی طرح اب کہہ رہے ہیں کہ میرے کارکنوں کو چھوڑ دیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ پولیس والے بھی قابل گردن زنی ہیں جنھوں نے نہتے عوام پر گولیاں چلائی ہیں۔ اسی طرح ان کے وہ سیاسی کارکن بھی مجرم ہیں جنھوں نے ڈنڈے چلائے ہیں۔ ہم 21ویں صدی سے گزر رہے ہیں۔ جب ہم کہتے ہیں کہ ہم مہذب ملک ہیں، ہم نیوکلیئر پاور ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب کو اب یہاں رہنا چاہیے۔ اگر ڈاکٹر صاحب واپس جائیں گے تو انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ پیسوں کی بنیاد پر پاکستان میں انقلاب نہیں آئے گا۔ انقلاب پیٹ پر پتھر باندھنے سے آتا ہے۔ انقلاب کردار سے آتا ہے، اخلاق سے آتا ہے۔ آپ کی اخلاقی، سماجی، سیاسی پوزیشن میں تضادات ہی تضادات ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ آج پاکستان کے اندر جیسی تیسی منتخب حکومتیں قائم ہیں آپ انھیں اپنی کارکردگی دکھانے دیں۔ یہی پاکستان کے مستقبل کے لیے بہتر ہے۔

سوال: طاہر القادری صاحب انقلاب لانے کی باتیں کر رہے ہیں۔ دوسری طرف تنظیم اسلامی بھی اسلامی انقلاب کی داعی ہے۔ طاہر القادری صاحب اور تنظیم اسلامی کے انقلاب میں کیا بنیادی فرق ہے؟

ایوب بیگ مرزا: طاہر القادری صاحب کا انقلاب سلمان غنی صاحب نے آپ کو بتا دیا ہے کہ وہ کس قسم کا انقلاب ہے۔ تنظیم اسلامی اس بات کی قائل ہے کہ سب سے پہلے انسان کی اپنی ذات میں انقلاب کی ضرورت ہے۔ اگر آپ اسلامی انقلاب کی بات کر رہے ہیں تو سب سے پہلے یہ آپ کی ذات میں آنا چاہیے۔ کیا آپ صحیح معنی میں حقیقی مسلمان ہیں؟ نبی اکرم ﷺ کے فرمودات اور اللہ کے احکامات پر آپ اپنی انفرادی زندگی میں عمل پیرا ہیں؟ سب سے پہلے یہ انقلاب آنا چاہیے۔ آپ کو ہر قدم اُٹھانے سے پہلے یہ سوچنا چاہیے کہ کیا شریعت اس کی اجازت دیتی ہے۔ یہ ہے پہلے فرد کا انقلاب اپنی ذات میں۔ پھر آپ کا فرض ہے کہ آپ اپنے ملنے والوں کو، ہمسایوں کو، دوستوں کو بتائیں کہ یہ اللہ کا راستہ ہے ہمیں یہ اختیار کرنا چاہیے، یا اس بات سے اللہ نے روکا ہے، اس سے بچنا چاہیے۔ یعنی آپ اب دعوت دے رہے ہیں۔ پھر ایسے لوگ جو یہ کام کریں ان کی ایک اجتماعیت بن جائے، اس جماعت کی باقاعدہ تربیت ہو۔ یہ تنظیم اسلامی کا انقلابی خاکہ ہے۔ طاہر القادری صاحب پہلے مصطفوی ﷺ انقلاب کی بات کرتے تھے۔ اب لفظ ''مصطفوی'' کو گویا اپنی ڈکشنری سے نکال دیا ہے۔ اب صرف انقلاب رہ گیا ہے۔ ہمارا یہ یقین ہے کہ جو انقلاب اسلامی نہ ہو گا وہ انتشار و خونریزی کا باعث بنے گا۔ اس میں خیر کا پہلو نہیں آسکتا۔ خیر کا پہلو اس معاملے میں تب آئے گا جب کہ منہج انقلاب آپ نے سیرت نبوی ﷺ سے اخذ کیا ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے جو انقلاب برپا فرمایا اس میں ہم دیکھتے ہیں کہ سب سے پہلے انقلاب صحابہؓ کی ذات میں آیا۔ مکہ کے لوگ کیا تھے اور کیا بن گئے۔ یہ آپ ﷺ کی تربیت کا نتیجہ تھا۔ اس درجے تک ہم نہیں پہنچ سکتے، چاہے ہم جتنی مرضی تربیت کر لیں۔ لیکن ہم اپنا سر اونچا کر کے انھیں دیکھ تو سکتے ہیں کہ یہ ہمارے بڑے تھے اور یہ ان کا کردار تھا۔ لہٰذا ان کو سامنے رکھ کر ہم جس حد تک اپنے اندر انقلاب لاسکیں وہ کرنا ضروری ہے۔ پھر یہ کہ اس جماعت کی تربیت ہونی چاہیے۔ اگر آپ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی تصنیف منہج انقلاب نبوی ﷺ پڑھیں تو معلوم ہو گا کہ تربیت کے مرحلے کے تقاضے کیا ہیں۔ تربیت کے مرحلے میں اللہ فرماتا ہے ﴿کُفُّوْٓا اَیْدِیَکُمْ﴾ ''اپنے ہاتھوں کو باندھ رکھو''۔ مکی دور میں صحابہؓ نے کسی تشدد کے جواب میں کارروائی نہیں کی۔ اس کا مطلب ہے کہ اگر ہم پر کوئی ریاستی تشدد بھی ہو تو ہمیں اس پر retaliate نہیں کرنا چاہیے بلکہ تشدد کرنے والوں کو بھی دعوت دینی چاہیے کہ یہ ہے دین قائم کرنے کا راستہ۔ اسی راستے سے انقلاب آئے گا۔ پھر وہ وقت آتا ہے کہ جب آپ کے پاس مناسب قوت ہو اور آپ غیر اسلامی نظام کے خلاف میدان میں نکلیں۔ سود کے اداروں، مے خانوں کا گھیراؤ کریں اور کہیں کہ اب ہم یہ کام نہیں ہونے دیں گے۔ لیکن اس میں بھی تشدد اگر دوسری طرف سے ہو تو اس کو آپ برداشت کریں گے۔ یہ نہیں کہ لاٹھیاں پکڑ کر خود ان پر چڑھ دوڑیں۔ اسلامی انقلاب خون دینے کا نام ہے، خون لینے کا نام نہیں ہے۔ فقہ حنفی کے مطابق اگر حکمران کفر بواح کا مرتکب ہو رہا ہو تو آپ اس کے خلاف خروج بھی کر سکتے ہیں لیکن آپ کو اس بات کا یقین ہو کہ میں کامیاب ہو جاؤں گا، وگرنہ آپ انتشار نہ پھیلائیں۔ لہٰذا اس وقت کا انتظار کریں جب آپ کے پاس قوت آ جائے۔ تنظیم اسلامی ان مرحلوں سے گزر کر انقلاب لانا چاہتی ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ عدم تشدد کے حوالے سے مہاتما گاندھی کی بھی مثال دے دیتے تھے۔ گاندھی نے جب عدم تشدد کے حوالے سے ہندوستان میں تحریک چلائی تھی تو چورا چوری میں مظاہرین نے ایک تھانے پر حملہ کر دیا تھا۔ اس پر گاندھی نے تحریک ختم کر دی تھی کہ تم نے تشدد کیوں کیا ہے۔ یہ کام تشدد سے نہیں ہو سکتا بلکہ تشدد برداشت کرنے سے ہو گا اور لوگوں کو بتانے سے ہو گا کہ ہمارا دین یہ مطالبہ کرتا ہے۔ اس انقلاب کی جدوجہد کے لیے قدم قدم پر ہمیں نبی اکرم ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ کیونکہ اسی میں ہماری دنیاوی اور اُخروی فلاح مضمر ہے۔ یہ کیسی انقلابی جدوجہد ہے کہ آپ بلٹ پروف کنٹینر میں بیٹھے ہوں اور عوام کھلے عام آسمان تلے ہوں۔ انقلاب اس طرح آتا ہے کہ جو تکلیف عوام جھیل رہے ہوں اس سے بڑھ کر آپ جھیل رہے ہوں، ورنہ آپ انتشار کا موجب بنیں گے۔

(قارئین اس پروگرام کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی آفیشل ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر خلافت فورم کے عنوان سے دیکھی جا سکتی ہے۔)

☆☆☆☆☆

معاشی خوشحالی..... مگر کس قیمت پر؟

II

ڈاکٹر شاہد حسن صدیقی

امریکی حکمت عملی

جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا ہے کہ امریکی حکمت عملی کے تحت پہلے این آر او کا اجراء ہوا۔ اس کے بعد این آر او سے مستفید ہو کر اقتدار میں آنے والی پیپلز پارٹی کی حکومت نے فرینڈز آف پاکستان کے ساتھ سودا کیا اور دروغ گوئیاں و غلط بیانیاں کر کے نومبر 2008ء میں آئی ایم ایف سے قرضہ حاصل کیا۔ ہم 9 دسمبر 2008ء سے تواتر سے کہتے رہے ہیں کہ آئی ایم ایف سے لیا جانے والا یہ قرضہ پاکستان چار برس بعد اپنے وسائل سے واپس نہیں کر سکے گا۔ اس وقت مرکز اور صوبوں کی حکمران جماعتیں خاموش رہیں۔ مسلم لیگ (ن) کشکول توڑنے کے دعوے کرتی رہی مگر دھوکا دہی کے ذریعے آئی ایم ایف سے لیے ہوئے قرضوں کی ادائی کے نام پر امریکا کی سفارش پر آئی ایم ایف سے نیا قرضہ لیا۔ اس طرح اس تمام عرصے میں امریکی ایجنڈے پر ہی عمل درآمد ہوتا رہا۔

موجودہ حکومت کی جانب سے امریکا کی سفارش پر آئی ایم ایف سے قرضہ لینے کے مضمرات کا ذکر کرتے ہوئے ہم نے ایک مرتبہ پھر لکھا تھا کہ (30 اگست 2013ء)

i) اس (قرضے) کے عوض حکومت پاکستان دہشت گردی کی جنگ میں امریکی مطالبہ زیادہ جوش و جذبے سے منظور کرے گی۔

ii) حکومت ایران پاکستان گیس پائپ لائن منصوبے سے عملاً دست بردار ہو جائے گی (وزیر خزانہ ڈار نے بعد میں کہا کہ وہ خود بھی اس منصوبے سے مطمئن نہیں ہیں۔)

iii) دیامر بھاشا ڈیم کے لیے عالمی بینک نے قرضے کی فراہمی کو بھارت کی رضامندی سے مشروط کر دیا ہے۔

iv) پاکستان طالبان مذاکرات کامیاب نہیں ہو سکیں گے اور طاقت کے استعمال کا جواز مہیا کر لیا جائے گا۔

نائن الیون کے فوراً بعد ہمارے خدشات و تنبیہ۔۔ کیا کچھ ہوا؟

1) ''امریکا نے جو حکمت عملی اپنائی ہے اس سے پاکستان اور افغانستان سمیت امت مسلمہ کو انتہائی سنگین خطرات لاحق ہو گئے ہیں۔'' (2 اکتوبر 2001ء)۔

2) ''افغانستان پر امریکی حملوں کا بنیادی مقصد دہشت گردی کا خاتمہ نہیں بلکہ اصل ہدف عالم اسلام ہے۔'' (16 اکتوبر 2001ء)

3) ''تیل اور گیس کے زبردست ذخائر اور ان کی ترسیل کے بری و بحری راستوں کو اپنے زیر اثر رکھنے کے لیے امریکا ایک طویل مدت تک خطے میں اپنی موجودگی برقرار رکھنا چاہتا ہے۔'' (26 فروری 2002ء)

نائن الیون کے فوراً بعد اور اگلے چند ماہ میں ہماری گزارشات میں ان تمام خدشات کا ذکر کیا گیا تھا جو آنے والے برسوں میں حقیقت کا روپ دھار چکے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا حکمرانوں، سیاستدانوں، مختلف شعبوں کے ماہرین اور سیکورٹی کے اداروں کو ان خطرات کا اندازہ نہیں تھا اور اگر تھا تو وہ کیوں خاموش رہے۔ اب افغانستان، پاکستان، ایران، مصر، شام، لیبیا اور کچھ دوسرے اسلامی ممالک میں امریکی کھیل جاری ہے۔

پاکستان میں آنے والے معاشی بحران 2008ء کے ضمن میں ہماری پیشین گوئیاں:

4) الف) ''استعماری طاقتوں کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے ہماری معیشت ایک مرتبہ پھر بحران کی زد میں آسکتی ہے۔'' (11 فروری 2003ء)

ب) ''خطرہ ہے کہ زرمبادلہ کے ذخائر تیزی سے گر سکتے ہیں اور ڈالر کے مقابلے میں روپے کی قدر میں کمی کا رجحان تیز ہو سکتا ہے۔'' (17 اکتوبر 2006ء)

ج) ''آنے والے برسوں میں معیشت بحران کا شکار ہو سکتی ہے اور پاکستان کو ایک مرتبہ پھر آئی ایم ایف کے سامنے دست سوال دراز کرنا پڑ سکتا ہے۔'' (3 اپریل 2007ء)

د) ''اگر اصلاحی اقدامات نہ اٹھائے گئے تو جلد یا بدیر پاکستان کو بین الاقوامی مالیاتی فنڈ کے سامنے دست سوال دراز کرنا پڑے گا۔'' (18 مارچ 2008ء)

یہ تمام خدشات درست ثابت ہو چکے ہیں۔ پاکستان نے نومبر 2008ء میں آئی ایم ایف سے اپنی تاریخ کا سب سے بڑا قرضہ حاصل کیا۔

خطرات کی نشاندہی:

5) الف) اگر فرینڈز آف پاکستان کا پیکیج لینے کے لیے مذاکرات کے بجائے طاقت کا راستہ اپنایا گیا تو امریکی افواج کو پاکستان کی سرحدوں کے اندر گھس کر کارروائیاں کرنے کا بہانہ مل جائے گا۔ (30 ستمبر 2008ء)

ب) پاکستان کو فوجی کارروائیاں اپنے ہی ملک میں کرنا ہوں گی۔ (30 ستمبر 2008ء)

ج) وطن عزیز میں دہشت گردی کے واقعات میں اضافہ ہوگا (30 ستمبر 2008ء)

د) فرینڈز آف پاکستان کا ''اعلامیہ'' کیری لوگر ایکٹ سے کہیں زیادہ خطرناک ہے۔ (8 دسمبر 2009ء)

6) 2012ء میں پاکستان اس قابل ہی نہیں ہوگا کہ آئی ایم ایف اور دوسرے ذرائع سے لیے جانے والے قرضوں کی بمعہ سود بروقت ادائی کر سکے اور یہ کہ پاکستان ایک اور بحران کی زد میں آ کر پرانے قرضوں کی ادائی کے لیے نئے قرضے لے گا۔ (9 دسمبر 2008ء)

بدقسمتی سے یہ تمام خدشات بھی درست ثابت ہوئے۔ پاکستان میں اگست 2013ء میں معاشی بحران آنا اس لیے شروع ہوا کہ زرمبادلہ کے ذخائر بیرونی قرضوں کی ادائی کے لیے کافی نہیں تھے لیکن یہ حقیقت بھی اپنی جگہ برقرار ہے کہ ہم 9 دسمبر 2008ء سے یعنی تقریباً ساڑھے چار برسوں سے اس طرف توجہ دلا رہے تھے۔ اگر حکومت کوشش کرتی تو ان برسوں میں زرمبادلہ کے ذخائر میں اضافہ کیا جا سکتا تھا مگر حکومت نے ذخائر کو گرنے دیا اور مسلم لیگ (ن) سمیت وہ تمام پارٹیاں جو اس وقت صوبوں میں حکومت چلا رہی ہیں تھیں اور ملک کے ممتاز سیاستدان و ماہرین خاموش رہے۔ اس طرح ان سب نے امریکی ایجنڈے کے تحت پاکستان کو آئی ایم ایف کے چنگل میں دوبارہ پھنسانے میں معاونت کی۔

ایبٹ آباد آپریشن۔۔ خطرات کی نشاندہی:

7) امریکی افواج پاکستان کی سرحدوں کے اندر گھس کر کارروائیاں بھی کر سکتی ہے۔ (27 اکتوبر 2008ء) اس سے قبل 30 ستمبر 2008ء کو بھی یہی تنبیہ کی تھی۔

8) امریکی افواج بھی پاکستان کے اندر داخل ہو سکتی ہیں اور بلوچستان میں بھی انتہائی سنگین صورت حال پیدا ہو سکتی ہے۔ (8 دسمبر 2009ء)

9) اس کی (امریکی) افواج پاکستان کی سرزمین میں

داخل ہو سکتی ہے (11 مئی 2010ء)

یہ ہماری چوتھی تنبیہ تھی کہ امریکی افواج پاکستان میں داخل ہو سکتی ہیں۔ آخر کار مئی 2011ء میں ایبٹ آباد آپریشن ہوا اور امریکی افواج نے اطمینان سے پاکستان کی سرزمین پر آپریشن کیا اور سکون سے آپریشن مکمل کر کے واپس افغانستان لوٹ گئے۔ حکومت اور سیکورٹی فورسز کو بھی یقیناً اس خطرہ کا ادراک ہوگا مگر بظاہر کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا۔

10) فرینڈز آف پاکستان کے اعلامیہ اور اس کے نتیجے میں آئی ایم ایف سے 7.6 ارب ڈالر کے قرضہ کے ضمن میں ہم ایک تحقیقاتی کمیشن قائم کرنے کا مطالبہ کرتے رہے ہیں (30 ستمبر 2008ء اور 2 مارچ 2010ء) اگر اس مطالبے کو منظور کرنے کے بجائے اس قرضے کی ادائی کے لیے امریکی ایجنڈے کے تحت آئی ایم ایف سے نیا قرضہ 14-2013ء میں لیا گیا تو یہ 26 ستمبر 2008ء کے سودے اور سازش کے اگلے مرحلے کے امریکی مقاصد کے حصول میں معاونت کے مترادف ہوگا (6 جون 2013ء)

اب چونکہ آئی ایم ایف سے موجودہ حکومت نے نیا قرضہ لے لیا ہے اور وہ آئی ایم ایف کی شرائط بھی پوری کی جا رہی ہیں اور ملکی وسائل بڑھانے کی طرف کوئی دلچسپی نہیں ہے، چنانچہ خدشہ ہے کہ آنے والے برسوں میں پھر ایک معاشی بحران آسکتا ہے۔

بیرونی قرضے و سرمایہ کاری:

اس حقیقت کا ادراک ضروری ہے کہ دنیا کے کسی بھی ملک نے بیرونی قرضوں، امداد اور بیرونی سرمایہ کاری پر بے تحاشا انحصار بڑھا کر کبھی ایسی پائیدار اور تیز رفتار معاشی ترقی نہیں کی جس کے ثمرات میں عوام کو جائز حصہ ملے۔ نائن الیون کے بعد کے چند برسوں میں امریکی ایجنڈے کے تحت پاکستان کو بڑے پیمانے پر جو بیرونی قرضے و امداد ملی اور بیرونی سرمایہ کاری آئی وہ خسارے کا سودا ثابت ہوئی۔ 2001ء تک پاکستان کی فی کس آمدنی بھارت سے زیادہ تھی لیکن اب بھارت ہم سے بہت آگے نکل گیا ہے۔ اس امر میں بھی شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ آئی ایم ایف کا تین سالہ قرضے کا موجودہ پروگرام ایک مرتبہ پھر پاکستان کے نقطۂ نظر سے ناکام ثابت ہوگا اور عوام کی فلاح و بہبود کے دعوے سیاسی نعرے ہی رہیں گے۔ یہ بات بھی واضح ہے کہ بیرونی وسائل ملنے سے ٹیکس چوروں اور قومی دولت لوٹنے والوں کو مراعات ملتی رہیں گی اور وطن عزیز پاکستان ان سب کے لیے بدستور جنت رہے گا۔

اسلامی بینکاری:

مسلم لیگ (ن) کی حکومت نے اسلامی بینکاری کو فروغ دینے کے عزم کا ایک مرتبہ پھر اظہار کیا ہے۔ اس ضمن میں ایک انتہائی مضحکہ خیز صورتحال یہ ہے کہ نواز شریف صاحب کے پہلے دور میں اسلامی بینکاری نافذ کرنے کے سپریم کورٹ کی شریعت اپیلٹ بینچ کے 23 دسمبر 1999ء کے فیصلے کے خلاف جو اپیل دائر کی گئی تھی اس میں یہ موقف اختیار کیا گیا تھا کہ اسلام میں ربٰو کو حرام قرار دیا گیا ہے مگر بینک جو سود لیتے اور دیتے ہیں وہ ربٰو نہیں ہے، چنانچہ وہ حرام بھی نہیں ہے۔ 2002ء میں اس وقت کی حکومت کی جانب سے جو اپیل داخل کی گئی تھی اس میں بھی موقف یہی تھا کہ اسلام میں سود حرام نہیں ہے۔ یہ مقدمہ شرعی عدالتوں میں گزشتہ 23 برسوں سے زیر سماعت ہے۔ موجودہ حکومت نے اس مرتبہ بھی سود کے ضمن میں عدالت میں اپنے موقف میں تبدیلی نہیں کی ہے۔ مگر دوسری طرف وہ اسلامی بینکاری کو فروغ دینے کے دعوے بھی کر رہی ہے۔ اسلامی بینک کاری کے جھنڈے تلے جو بینک کام کر رہے ہیں وہ سودی نظام سے ہونے والے ظلم اور استحصال کو ختم نہیں کرتے بلکہ بعض معاملات میں وہ سودی بینکوں کے مقابلے میں بھی زیادہ استحصال کرتے ہیں۔ یہ بات بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ یہ اسلامی بینک سرمایہ کاری فراہم کرنے کے لیے جو طریقہ اپنائے ہوئے ہیں مثلاً مرابحہ اور اجارہ وغیرہ وہ سودی بینکوں کے قرضوں کے نتائج کے اعتبار سے مماثلت رکھتے ہیں اور اسلامی نظام معیشت کے حصول میں قطعی معاونت نہیں کرتے۔ ہم گزشتہ کئی برسوں سے کہہ رہے ہیں کہ ایسی بھی اطلاعات ہیں کہ سود بھی کسی نہ کسی شکل میں ان اسلامی بینکوں میں سرایت کر جاتا ہے۔ مختلف حکومتوں بشمول موجودہ حکومت نے جو حکمت عملی اپنائی ہے اگر وہ جاری رہی تو ہمیں اس امر میں ذرہ برابر بھی شبہ نہیں اس صدی کے آخر تک بھی پاکستان میں معیشت سے سود کا خاتمہ نہیں ہو سکے گا۔ وزارت خزانہ کی جانب سے 2002ء میں سپریم کورٹ میں جو حلف نامہ داخل کیا گیا تھا اس میں یہ موقف اختیار کیا گیا تھا کہ ملک کے سودی بنیاد پر لیے گئے صرف داخلی قرضوں کا حجم اتنا بڑھ چکا ہے کہ ان کو اسلامی بینکاری کے تحت لانا ممکن نہیں کیونکہ حکومت کے پاس اتنے ایسے اثاثے موجود ہی نہیں جو مناسب شرح منافع دے سکیں۔ جون 2002ء میں ملک کے داخلی قرضوں و ذمہ داریوں کا حجم 2138 ارب روپے تھا جو مارچ 2014ء میں بڑھ کر 11300 ارب روپے سے تجاوز کر چکا ہے۔ چنانچہ حکومتوں کی یہ حکمت عملی کامیاب رہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو معیشت سے سود کے خاتمے کو مشکل سے مشکل تر بنایا جاتا رہے۔

پاکستان میں گزشتہ تقریباً 13 برسوں سے سودی بینک اور اسلامی بینک ساتھ ساتھ کام کر رہے ہیں جو کہ غیر اسلامی ہے۔ وہ علماء اور مفتیان کرام جو مروجہ اسلامی نظام بینکاری کی پشت پر ہیں وہ بھی یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ یہ متوازی نظام غیر اسلامی ہے، مگر اس ضمن فتویٰ یا بیان جاری کرنے سے گریزاں ہیں۔ اسٹیٹ بینک کے شریعہ بورڈ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ مروجہ متوازی بینکاری کے نظام کے غیر اسلامی ہونے کے ضمن میں فتویٰ جاری کرے۔

ایک اور دلچسپ صورتحال یہ ہے کہ جن بینکوں کو اب اسٹیٹ بینک سودی بینک قرار دے رہا ہے وہ بھی اسٹیٹ بینک کی ہدایت کے مطابق کھاتے داروں کو سود نہیں بلکہ منافع دیتے ہیں اور اپنے قرضوں پر سود نہیں بلکہ مارک اپ لیتے ہیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ موجودہ حکومت پارلیمنٹ سے قانون سازی کرائے کہ ایک سال کے اندر متوازی نظام بینکاری کو ختم کر دیا جائے گا اور تمام بینک صرف شرعی اصولوں کے مطابق بینکاری کا کاروبار کریں گے، صرف اسلامی بینکاری کا نام استعمال نہیں کیا جائے گا۔

کچھ معاشی حقائق و اعداد و شمار:

1) ٹیکسوں کی مد میں استعداد سے کم وصولی کا تخمینہ 6000 ارب روپے سال

2) پاکستان میں غریبوں کی تعداد کا تخمینہ 120 ملین افراد

3) افراط زر 9 فیصد (خطے کے ملکوں کے اوسط سے زیادہ)

4) مجموعی بجٹ خسارہ گزشتہ 6 برسوں میں 8000 ارب روپے

5) مجموعی تجارتی خسارہ گزشتہ 6 برسوں میں 109 ارب ڈالر

6) بدعنوانی، نااہلی وغیرہ سے نقصانات کا تخمینہ 2800 ارب روپے سالانہ

7) دہشت گردی کی جنگ سے پاکستان کے مجموعی نقصانات 106 ارب ڈالر

8) 15 برسوں میں عوام کو نچوڑ کر پٹرول سے حکومت کو آمدنی (ٹیکسوں کی چوری کے نقصانات پورا کرنے کے لیے) 15000 ارب روپے

9) جعلی سیلز ٹیکس ریفنڈ 100 ارب روپے سے زائد

10) ملک میں کالے دھن کے حجم کا تخمینہ 20000 ارب روپے

11) خفیہ آمدنی سے بنائے ہوئے ملک کے اندر موجودہ اثاثوں پر ٹیکس وصول کرنے سے ایک برس میں ممکنہ آمدنی کا تخمینہ (یہ اثاثے جائیداوں گاڑیوں، قومی بچت اسکیموں، اسٹاک مارکیٹ اور بینکوں کے ڈپازٹس وغیرہ کی شکل میں موجود ہیں) 2000ارب روپے

12) بینکوں نے 2001 سے 2013ء تک کھاتے داروں کو کم دیے 1300ارب روپے

13) بینکوں کا منافع (ٹیکس سے قبل) 2001ء 1.1ارب روپے 2013ء 187ارب روپے

14) 2008اور 2012ء کے درمیان:
قرضوں میں اضافہ 529ارب روپے سرمایہ کاری میں اضافہ 2922ارب روپے

15) ملک کے اوپر قرضوں کا حجم:
جون 2008ء 6691ارب روپے
دسمبر 2013ء 17250ارب روپے

16) پاکستان کی اوسط شرح نمو (گزشتہ 6 برسوں میں) 3.2 فیصد سالانہ (خطے کا اوسط تقریباً دگنا)

17) ایف بی آر کی ہدف سے کم وصولی:
2012-13ء 444ارب روپے
2013-14ء 200ارب روپے (متوقع)

18) حکومت کے مطابق بجلی کی چوری وغیرہ سے سالانہ نقصانات 110ارب روپے

19) حکومت اور اسٹیٹ بینک کی استحصالی پالیسیوں سے گزشتہ 14 برسوں میں غریب اور متوسط طبقے سے طاقتور و مال دار طبقوں کی طرف دولت کے بہاؤ کا تخمینہ 14000ارب روپے

مندرجہ بالا حقائق و اعداد و شمار سے اس بات کی غمازی ہوتی ہے کہ پاکستان کے معاشی مسائل کا حل بیرونی قرضوں کے حصول اور قومی اثاثوں کو نجی کاری کے نام پر فروخت کرنے میں نہیں بلکہ ٹیکسوں کو منصفانہ نظام وضع کرنے، ٹیکسوں کی چوری روکنے، معیشت کو دستاویزی بنانے، احتساب کا مؤثر نظام وضع کرنے اور خود ملک کے اندر وضع کردہ دانشمندانہ معاشی پالیسیاں اپنانے میں مضمر ہے۔ بدقسمتی سے موجودہ حکومت نے بیرونی قرضوں پر انحصار بڑھانے اور منفعت بخش قومی اداروں اور نجی شعبوں کو منتقل کیے گئے بینکوں میں اپنے حصص کو فروخت کرنے (خصوصاً غیر ملکیوں کو) کی جو پالیسی اپنائی ہے وہ تباہی کا نسخہ ہے۔

بیرونی ممالک سے لوٹی ہوئی دولت کو واپس لانے کے دعوؤں کی حیثیت سیاسی نعروں سے زیادہ نہیں ہے۔

ملک کے اندر کئی ہزار ارب روپے کے ایسے اثاثے موجود ہیں جو ٹیکس حکام سے خفیہ رکھی ہوئی آمدنی سے بنائے گئے ہیں۔ جن کی تفصیلات ریکارڈ میں موجود ہیں۔ ان سے مروجہ قوانین کے مطابق 2000 ارب روپے کے اضافی ٹیکس کی وصولی ایک سال میں کی جاسکتی ہے۔ (لوٹی ہوئی دولت پر ٹیکس وصول کرنے کے بجائے ان کو قانونی تقاضے پورے کرنے کے بعد ضبط کیا جاسکتا ہے۔) بدقسمتی سے کوئی بھی سیاسی پارٹی اور سول وملٹری بیوروکریسی اس پر بات کرنے کے لیے بھی تیار نہیں ہے، کیونکہ اس سے ان کے ناجائز مفادات پر ضرب پڑتی ہے۔

موجودہ حکومت کی معاشی حکمت عملی

1) مسلم لیگ (ن) کی حکومت نے اپنے منشور کے مطابق ہر قسم کی آمدنی پر مؤثر طور سے ٹیکس عائد کرنے کے بجائے حکومتی شعبے کے انتہائی منافع بخش اداروں اور نجی شعبے کو منتقل کئے گئے منافع بخش بینکوں کے حصص ملکی وغیر ملکی خریداروں کو فروخت کرنے کا فیصلہ کیا ہے حالانکہ یہ ان کے منشور میں شامل نہیں تھا۔ ٹیکس چوری وغیرہ کے نقصانات کو پورا کرنے کے لیے ان حصص کو فروخت کرنا خسارے کا سودا ہے۔ اسی طرح خود انحصاری کے حصول کے لیے سرمایہ کاری اور تجارت میں اضافے کے لیے مؤثر اقدامات اٹھانے کے بجائے بیرونی قرضے، امداد، تحفے حاصل کرنا اور یورو بانڈز کا اجراء (انتہائی مہنگی شرح سود پر) کرنا تباہی کا نسخہ ہے۔ یہ اگلی نسل کا مستقبل گروی رکھنے کے مترادف ہیں۔ یہ بات واضح ہے کہ اگلے چند برسوں میں قرضوں وذمہ داریوں کی ادائی پاکستان اپنے وسائل سے نہیں کرپائے گا، چنانچہ معاشی بحران آئے گا اور ان کا بوجھ عوام کو منتقل ہوتا رہے گا۔ اس پالیسی کے تحت بنایا ہوا اگلے مالی سال کا بجٹ قطعی قابل قبول نہیں ہونا چاہیے۔ یہ بات بہرحال تسلیم کرنا ہوگی کہ ان بیرونی وسائل سے:

الف) حکومت کو تن آسانی میسر آئے گی۔

ب) طاقتور طبقوں، ٹیکس چوری کرنے والوں، ٹیکسوں میں بے جا چھوٹ اور مراعات حاصل کرنے والوں اور قومی دولت لوٹنے والوں کو مزید مراعات دینے کے لیے حکومت کو مالی وسائل میسر آجائیں گے۔

ج) ہر قسم کی آمدنی پر ٹیکس عائد کرنے اور کرپشن پر قابو پا کر مالی وسائل بڑھانے کے لیے حکومت کے اوپر دباؤ کم ہوجائے گا۔

د) استعماری ایجنڈے کے مطابق پالیسیاں بنانے کے صلے میں موجودہ حکمرانوں کو اقتدار برقرار رکھنے کے لیے امریکی آشیرباد بھی حاصل رہے گی۔

یہ بات بہرحال تکلیف دے ہے کہ موجودہ معاشی پالیسیوں کے تحت بنائے ہوئے وفاقی بجٹ سے عوام کی تکالیف اور قرضوں کے حجم میں اضافہ ہوگا اور معیشت کی بہتری کا خواب سراب ہی ثابت ہوگا۔ اتحادی امدادی فنڈ کی مد میں امریکا سے 5ارب ڈالر کی ادائی کے لیے دباؤ بڑھانے کے بجائے موجودہ حکومت نے امریکی سفارش پر جو قرضہ آئی ایم ایف سے لیا ہے اس کی بھاری قیمت ادا کرنی پڑے گی۔ وزیر خزانہ اسحٰق ڈار نے متعدد بار یہ کہا ہے کہ پاکستان کو اس مد میں اکتوبر 2013ء تک صرف 1.6ارب ڈالر ملے ہیں۔ 5ارب ڈالر کے یہ اعداد وشمار میں 31 اکتوبر 2013ء تک کے ہیں۔ اس کے بعد اس رقم میں مزید اضافہ ہوا ہے۔

اب سے دس ماہ قبل ہم نے لکھا تھا کہ

''اس (آئی ایم ایف کے قرضے) کا تشویش ناک پہلو یہ بھی ہے کہ اس کے عوض حکومت پاکستان دہشت گردی کی جنگ میں ''مزید اور کرو'' کا امریکی مطالبہ زیادہ پرجوش طریقے سے منظور کرے گی۔'' اور یہ کہ ''امریکا پر انحصار برقرار رکھنے کی پالیسی سے اس خدشے کو تقویت مل رہی ہے کہ پاکستان سے طالبان مذاکرات خدانخواستہ کامیاب نہیں ہوسکیں گے اور طاقت کے استعمال کا جواز مہیا کرلیا جائے گا۔'' (30 اگست 2013ء)

گریٹ گیم

نائن الیون کے بعد ایک سابق امریکی وزیر خارجہ ہنری کسنجر نے کہا تھا کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کا فیصلہ کن مرحلہ اس وقت شروع ہوگا جب افغانستان میں امریکی فوجی کارروائیاں دم توڑ رہی ہوں گی اور اس کا محور افغانستان سے باہر ہوگا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ این آر او کا اجراء، فرینڈز آف پاکستان گروپ کا 26 ستمبر 2008ء کا اعلامیہ، ایبٹ آباد آپریشن اور اسے فتح عظیم قرار دینا اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ یہی نہیں، آئی ایم ایف سے نومبر 2008ء میں قرضے کا حصول، کیری لوگر ایکٹ کے تحت امداد کی قبولی، جون 2009ء کا جان بوجھ کر غلط بنایا ہوا وفاقی بجٹ، سوات آپریشن، جنوبی وزیرستان آپریشن این آر او سیٹ اپ کو برقرار رکھنا، بھارت کو بڑا تجارتی پارٹنر بنانا، بھارت کو زمینی راستے سے افغانستان اور دراصل وسط ایشیائی ریاستوں تک رسائی دینے کے لیے پیش رفت کرنا، ستمبر 2013ء میں پرانے قرضے کی ادائی کے لیے آئی ایم ایف سے نئے قرضے لینا، 2014ء میں بڑے پیمانے پر قومی اثاثوں کی فروخت کا منصوبہ، آئی ایم ایف

کو غلط بیانیوں پر مبنی 19 اگست 2013ء کو لکھا جانے والا خط، توانائی کے بحران کو حل نہ کرنا، بینکاری کے شعبے کو اس کے اصل کام سے دور کرنا، یورو بانڈز کا مہنگی شرح سود پر اجراء، بیرونی ملک سے تحفے تحائف کی وصولی، نائن الیون کی طرح ایک مرتبہ پھر پاکستان بیرونی (مشرقِ وسطیٰ کے) تنازعہ میں ملوث ہونے کا امکان، اداروں کا ٹکراؤ، اداروں کا اپنی حدود سے باہر کے معاملات میں مداخلت کرنا، اور ملک میں دہشت گردی کی بڑھتی ہوئی کارروائیاں دراصل اسی گریٹ گیم کا حصہ ہیں یا اس گریٹ گیم کے مقاصد کو پورا کرنے کا طریقہ نظر آتے ہیں۔ خدشہ یہ ہے کہ ایسی سازش کی جارہی ہے کہ پاکستان کی سرحدیں چین، ایران اور افغانستان سے نہ ملیں۔ اب وقت آ گیا ہے کہ ڈالر اور اقتدار کے لیے دہشت گردی کی جنگ لڑنے اور پاکستان کی سالمیت و مفادات کا تحفظ کرنے، ان دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہوگا۔

ممتاز امریکی دانشور نوم چومسکی کا کہنا ہے کہ امریکا نے پاکستان کی اشرافیہ کو خرید لیا ہے۔ ریاست کے تمام ستون، اسٹیٹ اور نان اسٹیٹ ایکٹرز کے اقدامات، پالیسیاں اور فیصلے دراصل امریکا کے استعماری مقاصد میں ہی معاونت کر رہے ہیں۔ اعلیٰ عدالتوں کی جانب سے اہم معاشی مقدمات میں فیصلے نہ آنے سے بھی معیشت کمزور ہو رہی ہے، عوام کی تکالیف بڑھ رہی ہیں اور بیرونی قرضوں اور امریکا پر انحصار بڑھ رہا ہے۔ چنانچہ عملاً اس سے بھی امریکی مقاصد میں معاونت ہو رہی ہے۔

تنبیہ:

اگر موجودہ پالیسیاں برقرار رہیں تو خدشہ ہے کہ 2018ء میں بھی پاکستان کی معیشت مشکلات کا شکار ہی ہوگی۔ عوام کی تکالیف بڑھیں گی، پاکستان قرضوں کے بوجھ میں دبا ہوا ہوگا اور خود انحصاری سے مزید دور ہو کر اپنی بچی کچی سیاسی و معاشی آزادی بھی کھو چکا ہوگا۔ یہ نوآبادیاتی نظام کی ایک نئی شکل میں واپسی کے مترادف ہوگا۔ اس حقیقت کو بہرحال تسلیم کرنا ہوگا کہ خالق کائنات نے پاکستان کو بے تحاشا انسانی و مادی وسائل سے نوازا ہے۔ ان وسائل سے فائدہ اٹھا کر اور ملک کے اندر وضع کردہ اسلامی اصولوں کے مطابق مختلف شعبوں بشمول معاشی شعبے کے لیے پالیسیاں اپنا کر ملک کو خود انحصاری کی طرف گامزن کیا جا سکتا ہے اور ایسی تیز رفتار معاشی ترقی کی جا سکتی ہے جس کے ثمرات میں 20 کروڑ عوام کو ان کا جائز حصہ ملے۔ (ختم شدہ)

☆☆☆

بقیہ: کار تریاقی

دن بھی پاکستان دشمن نہ تھے۔ ہم گل بہادر کے خلاف آپریشن کر رہے ہیں جس نے آخر تک امن معاہدہ نبھایا...... ہم نے توڑا......!

اسلام آباد میں پولیس کے اختیارات فوج اور رینجرز کو دے دیئے گئے ہیں۔ اگرچہ اختیارات تو بن کہے پہلے بھی تھے، رات کی تاریکی میں چھاپے مارے ہی جاتے تھے۔ اب بے دھڑک کسی بھی افسر کے لیے گولی چلانا قانونی ہے۔ کسی بھی گھر، عمارت پر بلاوارنٹ چھاپہ مارنا قانونی ہے۔ البتہ شک درکار ہے۔ سو وہ تو سکہ رائج الوقت ہے۔ ہر داڑھی والا، ہر باپردہ مشکوک ہے۔ مصر سے گارڈین کی رپورٹ ملاحظہ کر لیجیے۔ (22 جون۔ پیٹرک کنگسلے) کس طرح وہاں بھی حراستی مراکز بھر رہے ہیں اخوانیوں سے۔ یہاں یہ سب بدنامی لا رہا تھا سو اسے قانون کا پاجامہ پہنا دیا گیا۔ عوامی نمائندوں نام نہاد جمہوریت، تحفظ عوام کے دعوے دار پارلیمنٹ والوں کے علی الرغم......!

نوحہ گر چپ ہیں کہ روئیں بھی تو کس کو روئیں
کوئی اس فصلِ ہلاکت میں سلامت بھی تو ہو!

رسول اکرم ﷺ کی عظمت، آپ ﷺ کے مقصدِ بعثت، اسوۂ رسول ﷺ کے قرآنی تصور، سیرتِ نبوی ﷺ کے مختلف گوشوں، خاص طور پر آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے انقلابی پہلو جیسے علمی و عملی موضوعات پر 9 کتابوں کا مجموعہ

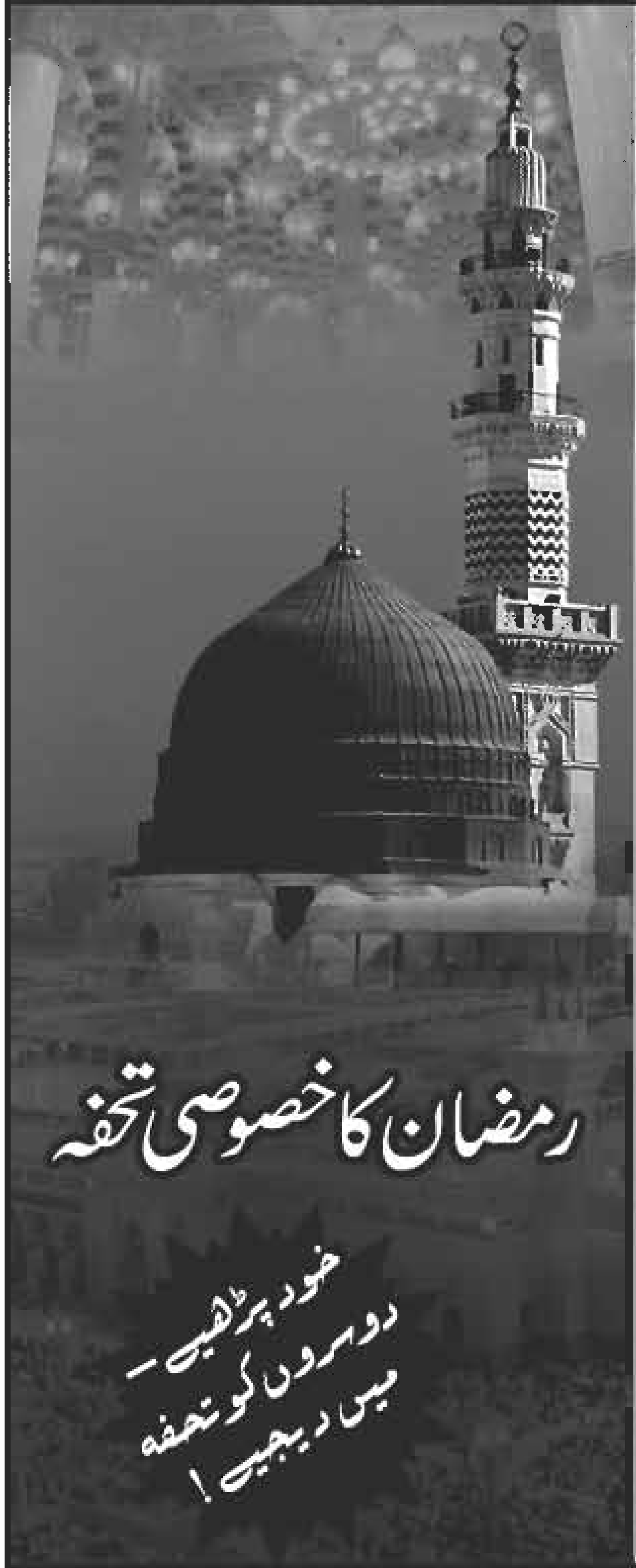

رسولِ اکرم ﷺ اور ہم

از ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ

516 صفحات پر مشتمل فکر انگیز تالیف

اشاعت خاص (مجلد):
امپورٹڈ آفسٹ پیپر، قیمت: 450 روپے

اشاعت عام (پیپر بیک):
امپورٹڈ بک پیپر، قیمت: 300 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور

36۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور فون: 3-042-35869501

maktaba@tanzeem.org

تنظیم اسلامی حلقہ کراچی جنوبی کے زیر اہتمام
تربیتی نشست برائے مدرسین

حلقہ کراچی جنوبی کے تحت فہم دین پروگراموں میں مدرس کی ذمہ داری انجام دینے والے رفقاء کے لئے دو تربیتی نشستوں کا انعقاد 5 مئی اور 11 مئی 2014ء بروز اتوار صبح دس بجے بالترتیب قرآن مرکز ڈیفنس اور قرآن مرکز لانڈھی میں ہوا۔ پہلی نشست میں 7 مقامی تناظیم سے 12 رفقاء جبکہ دوسری نشست میں بقیہ 4 مقامی تناظیم سے 9 رفقاء نے شرکت کی۔ دونوں نشستوں میں مربی و مدرس کی ذمہ داری حلقہ کراچی جنوبی کے ناظم دعوت حافظ عمیر انور نے ادا کی۔ انہوں نے ایک پریزنٹیشن کی مدد سے سب سے پہلے نظام العمل میں درج وضاحت کی روشنی میں فہم دین پروگرام کا تعارف رفقاء کے سامنے پیش کیا اور بتایا کہ اس پروگرام میں افہام و تفہیم کے انداز میں سوال و جواب کا مناسب موقع دیتے ہوئے احباب کے سامنے تصور دین اور فکر تنظیم کو چار عنوانات کے تحت بیان کیا جائے گا۔

(1) دین کا عالمگیر تصور　　(2) فرائض دینی کا جامع تصور

(3) التزام جماعت میں بیعت کی اہمیت　　(4) منہج انقلاب نبوی ﷺ

اس تعارف کے بعد ناظم دعوت نے مرکز سے آمد پر کلر ''دین و مذہب میں فرق'' کے حوالے سے وضاحت کا مطالعہ کرایا اور رفقاء کے سوالوں کے تفصیلی جوابات دیئے۔ اس سرکلر سے یہ بنیادی بات سامنے آئی کہ اسلاف امت کے بارے میں کسی سوئے ظن پیدا ہو جانے کے خدشے سے بچنے کے لئے امیر محترم نے یہ فیصلہ فرمایا تھا۔ دین و مذہب میں فرق کی بحث سے بچتے ہوئے مرکزی نکتہ یہ واضح کیا جانا چاہیے کہ موجودہ مغربی تہذیب سیکولرازم کے فلسفے کے تحت انسانوں کو تصور خدا اور آسمانی ہدایت سے مکمل طور پر آزاد کرنا چاہتی ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو زیادہ سے زیادہ اس بات کی گنجائش دیتی ہے کہ دین و مذہب کو تمام انسان اپنی انفرادی زندگی میں ایک پرائیویٹ معاملے کی حیثیت سے اختیار کیے رکھیں اور اسی حد تک اسے محدود رکھیں۔ اجتماعی نظام میں آسمانی ہدایت کا کوئی عمل دخل سرے سے ہونا ہی نہیں چاہیے۔ جبکہ ہمارا دین و مذہب 'اسلام' ہم سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ ہم اسے ایک ''مکمل ضابطہ حیات'' کی حیثیت سے اختیار کریں اور زندگی کے کسی بھی گوشے کو اس کی عملداری سے باہر نہ رہنے دیں۔ اسی طرح اس سرکلر کی روشنی میں یہ بات سامنے آئی کہ آئندہ اس موضوع پر مذاکرے کا عنوان ''دین و مذہب کا فرق'' کی بجائے ''دین کا ہمہ گیر تصور'' ہونا چاہیے۔ سرکلر کا مطالعہ کرانے کے بعد ناظم دعوت نے شرکاء کے سامنے یہ واضح کیا کس طرح کلمہ طیبہ کو بنیاد بناتے ہوئے توحید کے عملی پہلوؤں کی وضاحت کرتے ہوئے موجودہ مغربی تہذیب اور اسلام کا ایک موازنہ احباب کے سامنے رکھا جانا چاہیے۔ اس موازنے میں موجودہ تہذیب کے انسانی زندگی کے انفرادی و اجتماعی گوشوں سے متعلق تصورات و خصائص کی وضاحت کی جانی چاہیے جبکہ اس کے بعد اسلام کی طرف سے پیش کردہ کامل رہنمائی کا کس طرح اختصار سے ذکر کیا جانا چاہیے۔ اس تفصیل کے بعد آخر میں یہ مطالبہ پیش کیا جانا چاہیے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ہم سے پورے دین و مذہب پر عمل اور ''اسلام'' میں پوری طرح داخل ہو جانے کا تقاضا کیا ہے۔ پھر یہ بھی واضح کیا جانا چاہیے کہ اس مطالبے پر عمل نہ کرنے کی صورت میں بنی اسرائیل کے کردار پر سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 85 میں کیا تبصرہ اور فیصلہ ارشاد فرمایا ہے۔ اگر ہم نے بنی اسرائیل والا کردار اختیار کیا تو اس بات کا شدید اندیشہ ہوگا کہ ہم اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے اس قانون کی زد میں نہ آ جائیں۔ ناظم دعوت نے کہا یہ بات واضح کر دینے کے بعد فہم دین پروگرام کا دوسرا موضوع ''فرائض دینی کا جامع تصور'' کے بیان کا آغاز ہونا چاہیے۔ تمام ہی شرکاء کو چونکہ یہ موضوع اچھی طرح ازبر تھا، لہٰذا ناظم دعوت کو زیادہ تفصیل میں جانے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ اسی طرح تیسرے موضوع یعنی ''التزام جماعت و بیعت کی اہمیت'' پر بھی گفتگو ہوئی اور شرکاء کے سوالات کے جوابات دیے گئے۔ اس موقع پر چونکہ مختص شدہ وقت پورا ہو چکا تھا، لہٰذا شرکاء کی جانب سے یہ تجویز بھی پیش کی گئی، منہج انقلاب نبوی ﷺ پر ایک علیحدہ نشست منعقد کر کے اس کی تدریس کرائی جائے اور شرکاء کے سوالات کے جوابات دیے جائیں۔ اسی طرح شرکاء نے دکھائی گئی پریزنٹیشن کے بارے میں بھی تجویز دی کہ اسے مدرسین کو فراہم کر دیا جائے۔ ناظم دعوت نے کہا کہ اسے مرکز سے منظور کرا کے رفقاء کو فراہم کر دیا جائے گا۔ اس سوال پر کہ فہم دین پروگرام کی تیاری کیسے کی جانی چاہیے، ناظم دعوت نے کہا کہ وہ بانی محترم اور امیر محترم کے متعلقہ خطابات اور کتب جلد انٹرنیٹ کے ذریعے Share کر دیں، جبکہ ان نشستوں کے آخر میں رفقاء کو 5 کتب پر مشتمل ایک سیٹ بھی تحفتاً پیش کیا گیا جس میں: (1) فرائض دینی کا جامع تصور (2) مطالبات دین (3) رسول انقلاب ﷺ کا طریق انقلاب (4) اسلامی نظم جماعت میں بیعت کی اہمیت (5) انفرادی نجات اور اجتماعی فلاح کے لئے قرآن کا لائحہ عمل عنوانات پر مشتمل بانی محترمؒ کی کتب شامل تھیں۔ اس کے بعد ناظم دعوت نے تمام رفقاء کا شکریہ ادا کیا اور مسنون دعا پر ان تربیتی نشستوں کا اختتام کیا۔ دونوں نشستیں تقریباً سوا گھنٹے پر محیط تھیں۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے دعا ہے ان کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

(رپورٹ: توحید خان)

مقامی تنظیم تیمر گرہ کے اُسرہ حاجی آباد کے زیر اہتمام دعوتی پروگرام

23 مئی 2014ء بروز جمعہ بعد از نماز عصر مقامی تنظیم تیمر گرہ کے اسرہ حاجی آباد نے ایک دعوتی پروگرام منعقد کیا، جس میں لیکچر دینے کے لئے تنظیم اسلامی کے بزرگ رفیق جناب محمد فہیم خان کو خصوصی طور پر دعوت دی گئی تھی۔ اُسرہ کے رُفقاء نے اپنے احباب اور محلّہ کے تعلیم یافتہ اور سنجیدہ افراد کو پروگرام میں مدعو کیا تھا۔ شرکاء کی مجموعی تعداد 100 کے لگ بھگ تھی۔ قبل ازیں امیر مقامی تنظیم شاہ وارث اور راقم نے مختصر گفتگو کی۔ بعدازاں جناب محمد فہیم نے اللہ کی حمد و ثنا کے بعد بلیک بورڈ کے ذریعے تنظیمی فکر کو ایک نئے اور منفرد انداز میں سامعین کے سامنے پیش کیا۔ انہوں نے واضح کیا کہ دین اسلام پر کاربند ہونا، شہادت علی الناس کے تقاضے پورے کرنا اور شریعت کے نفاذ کے لئے کسی منظم جماعت میں رہ کر کوشش اور جدوجہد کرنا، اپنی صلاحیتوں کو لگانا اور کھپانا ہماری دینی ذمہ داریاں ہیں۔ انہوں نے اقامت دین کے لئے نبویؐ طریقہ کار پر بھی گفتگو کی۔ انہوں نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ آج بہت سی دینی جماعتوں اور دینی اشخاص کی نظروں سے منہج انقلاب نبویؐ اوجھل ہے۔ پاکستان میں اسلام کے نفاذ کے لئے جو طریقے اختیار کئے گئے ہیں وہ سب مغرب سے برآمدہ طریقے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قیام پاکستان کے بعد 67 سال گزر جانے کے باوجود ہم اپنی منزل نہ پا سکے اور نفاذ اسلام کا خواب ہنوز تشنہ تعبیر ہے۔ انہوں نے کہا کہ جس طرح آپ ﷺ انسانیت کے لئے ہر کام اور ہر معاملہ میں نمونہ ہیں، اِس طرح نفاذ اسلام میں بھی آپ ﷺ کی حیات طیبہ ہمارے لیے نمونہ ہے۔ مگر آج ہم یہ بات بھول گئے ہیں۔ لیکچر کے بعد مہمان مقرر نے سامعین کی طرف سے سوالات کے جوابات دیئے۔ بعدازاں شرکاء میں لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ نماز مغرب کے بعد میزبان اُسرہ نے شرکاء کے کھانے کا اہتمام کیا تھا۔ دعائیہ کلمات پر پروگرام کا اختتام ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کو شرف قبولیت عطا فرما کر ہم سب کے لئے توشۂ آخرت بنائے۔ (آمین)

(مرتب: فضل واحد)

حلقہ لاہور شرقی کے زیر اہتمام سہ ماہی اجتماع

حلقہ لاہور شرقی کے زیر اہتمام سہ ماہی اجتماع 15 جون 2014ء بروز اتوار مسجد نور باغ والی میں منعقد ہوا۔اس مرتبہ سہ ماہی اجتماع کے موقع پر تمام پروگرام استقبال رمضان المبارک کے حوالے سے ترتیب دیئے گئے تھے۔ پروگرام کا آغاز وقت مقررہ پر صبح ساڑھے نو بجے ہوا۔ اسٹیج سیکرٹری کی ذمہ داری ناظم دعوت حلقہ لاہور شرقی جناب شکیل احمد نے ادا کی۔شمالی تنظیم کے امیر جناب عبدالرزاق نے سب سے پہلے تذکیر بالقرآن کراتے ہوئے سورۃ البقرہ کے تیئیسوں رکوع کی روشنی میں روزہ کی فرضیت اور اہمیت بیان کی اور رمضان اور قرآن کے باہمی تعلق کو واضح فرمایا۔صدر تنظیم کے رفیق اسعد بن آصف نے رمضان المبارک کی اہمیت اور اس میں حاصل ہونے والے اجر وثواب کو بیان کیا۔ بعد ازاں امیر حلقہ لاہور شرقی قرۃ العین خان نے سورہ الحدید کی آیات 7 تا 10 کی روشنی میں انفاق فی سبیل اللہ اور رمضان کے موضوع پر تفصیلی بیان میں رفقاء کی ذمہ داریوں اور انفاق کی اہمیت کو واضح کیا۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت دین مغلوب ہے۔ ہر ساتھی اللہ کے راستے میں خرچ کرے خواہ کم ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ اللہ اپنے بندوں کے اخلاص کو دیکھتا ہے۔ بعدازاں باہمی تعارف اور ریفریشمنٹ کے لئے مختصر وقفہ کیا گیا۔ جس کے بعد داروغہ والا تنظیم کے ملتزم رفیق عاطف افضل نے احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں سحری اور افطاری کی اہمیت بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ سحری اطمینان سے کرنا اور افطاری میں جلدی کرنا سنت سے ثابت ہے اور اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔ان کے بعد شالی تنظیم کے رفیق اسد بلال نے روزے کی غرض و غایت بیان کی۔ پروگرام کے آخر میں شکیل احمد نے قیام اللیل کی ضرورت واہمیت پر احادیث نبویہ ﷺ، سیرت صحابہؓ اور سلف کے طریق کی روشنی میں مدلل گفتگو کی۔ اِس پروگرام میں سخت گرمی کے باوجود حلقہ کے 90 سے زائد رفقاء نے شرکت کی۔

اجتماعی دعا کے ساتھ یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی مساعی کو قبول فرمائے۔آمین یارب العالمین۔ (رپورٹ: محمد رفیق چودھری)

☆☆☆☆☆

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ تنظیم اسلامی کے رفیق صداقت علی کے بڑے بھائی فائرنگ کے ایک واقعہ میں جاں بحق ہوگئے

☆ حلقہ گوجرانوالہ کے دیرینہ ملتزم رفیق پروفیسر محمد اشرف ندیم سڑک کے حادثے میں وفات پاگئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے۔اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ آمین

قارئین سے بھی مرحومین کے لئے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمَا وَارْحَمْھُمَا وَاَدْخِلْھُمَا

فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمَا حِسَاباً یَّسِیْرًا

ماہ رمضان المبارک کے دوران تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام

جہلم، گوجرخان، میرپور اور ملتان میں

دورۂ ترجمہ قرآن وخلاصۂ تعلیمات قرآن

کے پروگراموں کی فہرست

حلقہ پنجاب پوٹھوہار

تراویح کے ساتھ مکمل ترجمہ و تشریح

مقام	مدرس	رابطہ نمبر
شوکت میموریل ویلفیئر ٹرسٹ مشین محلہ نمبر 3 نزد مسجد قائم دین جہلم	ساجد سہیل/محمد اشرف	03015868300
جامع مسجد العابد وارڈ نمبر 7 گوجرخان	احمد بلال ناصری	03225225354
خلاصۂ مضامین قرآن		
رسول آباد جاتلاں	ظفر اقبال	03467944037
مسجد رسول قیوم آباد جاتلاں	شبیر حسین	
گورسیاں جاتلاں	سید محمد آزاد	

حلقہ پنجاب جنوبی

تراویح کے ساتھ مکمل ترجمہ و تشریح

مقام	مدرس	رابطہ نمبر
قرآن اکیڈمی 25 آفیسرز کالونی بوسن روڈ ملتان	محمد سلیم اختر	03006814664
مسجد الھدیٰ F-13 شاہ رکن عالم کالونی ملتان	محمد عطاء اللہ خان	03317072121
جامع مسجد قرطبہ گلشن خالق گارڈن ٹاؤن ملتان	مرزا قمر رئیس بیگ	03017537007
گلستان میرج کلب معصوم شاہ روڈ ملتان	محمد عرفان بٹ	03077888828
خلاصہ بعد از تراویح		
الجنت مسجد بالمقابل الجنت ہومز گلگشت سلطان آباد ملتان	محمد عمر خان	03226366221

داخلے جاری ہیں

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
کے زیرِ اہتمام

(پارٹ I اور II)
رجوع الی القرآن کورسز

(جاری کردہ) ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

یہ کورسز بنیادی طور پر تعلیم یافتہ افراد کے لیے ترتیب دیے گئے ہیں' تاکہ وہ حضرات جو کم از کم انٹرمیڈیٹ کی سطح تک اپنی دنیاوی تعلیم مکمل کر چکے ہوں اور اب بنیادی دینی تعلیم بالخصوص عربی زبان سیکھ کر فہم قرآن کے حصول کے خواہش مند ہوں' ان کورسز کے ذریعے ان کو ایک ٹھوس بنیاد فراہم کر دی جائے۔ ہفتے میں پانچ دن روزانہ صبح کے اوقات میں تقریباً پانچ گھنٹے تدریس ہوگی۔ ہفتہ وار تعطیل ہفتہ اور اتوار کو ہوگی۔

نصاب (پارٹ I)

1. عربی صرف ونحو
2. ترجمہ قرآن
3. آیاتِ قرآنی کی صرفی ونحوی تحلیل
4. قرآن حکیم کی فکری وعملی راہنمائی
5. تجوید و ناظرہ
6. مطالعۂ حدیث و فقہ العبادات
7. اصطلاحاتِ حدیث
8. اضافی محاضرات

نصاب (پارٹ II)

1. مکمل ترجمۃ القرآن (مع تفسیری توضیحات)
2. مجموعۂ حدیث
3. فقہ
4. اصولِ تفسیر
5. اصولِ حدیث
6. اصولِ فقہ
7. عقیدہ
8. عربی زبان وادب
9. اضافی محاضرات

نوٹ: داخلہ کے خواہشمند یکم ستمبر تک اپنی رجسٹریشن ضرور کروالیں۔ رجسٹریشن نہ ہونے کی صورت میں لیٹ داخلہ نہیں دیا جائے گا۔

پارٹ I میں داخلے کے لیے انٹرمیڈیٹ پاس ہونا اور پارٹ II میں داخلے کے لیے رجوع الی القرآن کورس (پارٹ I) پاس کرنا لازمی ہے

- اس سال کلاسز کا آغاز یکم ستمبر سے ہوگا
- داخلہ کے خواہشمند خواتین وحضرات یکم ستمبر کو صبح 8:30 بجے انٹرویو کے لیے قرآن اکیڈمی تشریف لائیں
- پارٹ II میں خواتین کی شرکت کا انتظام نہیں ہے

برائے رابطہ: **قرآن اکیڈمی**
36-K ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 35869501-3
email:irts@tanzeem. org

ندیم سہیل
0322-4371473